

تبلیغ کے پردہ میں چونکا دینے والے حقائق

چلو تبلیغ کریں

منافقت کی حیرت خیز ننگی تصویر

محمد سعید قادی کاٹھوری

مکتبہ رحمانیہ ضویہ - گلی مہرنگو - گوجرانوالہ
مکتبہ رضائے مصطفیٰ چوک السلام گوجرانوالہ

پتہ
کاٹھوری

۱۵۸۳۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

پیش لفظ

بعد حمد و صلوة۔ انا بعدہ اچھی نگہ میں مقدر اساکام باقی تھا جس کی وجہ سے دکان پر نہ جاسکا۔ مولا نا محمد شریف صاحب تشریف لائے کہ یہ کتاب حائز ہے۔ چلو تبلیغ کریں۔ پھر مختصر پیش لفظ لکھ دو محض رضائے الہی کے لئے ذخیرہ آخرت کچھ کر قبول کیا۔ جب کتاب کا مطالعہ کیا تو یقین ہائے اتنی دلچسپ کتاب جو مذہبی رنگ میں ہو میری نظر سے آج تک نہیں گزری بالکل نیا اندازِ ادب اور رنگ جدید طرز ایک صفحہ شروع کیجئے تو کتاب ختم کر کے ہی دم لوگے۔ جناب صفحہ حضرت الاعلام علامہ مولانا محمد سعید صاحب مدظلہ ہزار بار تحسین مقدس ہیں اس پر ان کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے۔ میں نے "پیش لفظ" لکھنے کو ضروری نہ جانا کیونکہ کتاب ذاتِ خود بڑی دلچسپ ہے۔ اس لئے میرے جیسے نااہل کا کچھ تحریر کرنا سوس کے آگے بڑھنا دیکھنے کے مترادف ہے لیکن محرم مولانا محمد شریف صاحب اور مولانا بارغ علی تکرار کرتے تھے کہ جناب کچھ تحریر کرویں بڑی مہربانی ہوگی تو ان کے اصرار پر چند سطریں ہدیہ ناظرین ہیں ملاحظہ فرمائیں۔ یہ تبلیغی جماعت والے جب کسی کے پاس جاتے ہیں تو اپنے مخصوص انداز میں رٹے رٹائے فقرے قیچے پاختہ میں امیر صاحب آگے بڑھتے ہیں۔ امیر تبلیغی جماعت۔ بلا تیز زنا معلوم کس نہ جب سے تعلق رکھتا ہے اسکا علیکم ذرا کھڑے ہو کر ان اللہ کے بندوں کی بات سن لیں۔

مخاطب! کیجئے کیا کہنا ہے؟

پیش لفظ

ابرمصاحب! بڑے متقی ہفتے ہوئے بھائی ہم دنیا میں آئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا ہے کہ اس کی عبادت کریں لیکن ہم اس کو بھول کر یہ کرتے رہ گئے ہیں آخرت میں جانا ہے کچھ اس کے لئے بنایا جائے اس لئے ذرا مسجد میں تشریف لائیں دین کی باتیں ہوں گی عام لوگوں کے ساتھ تو ایسی پُر فریب تقریریں لیکن اگر کوئی مذہبی گفتگو کرنا چاہے تو یہی فریب کی چال چلتے ہیں کہ ہم بحث میں نہیں پڑتے ہم تو سیدھے سادے مسلمان ہیں جی مسجد میں آئیں جماعت کے ساتھ چلیں سب سمجھ میں آجائے گا۔ بظاہر اللہ کے دین کا بھانڈا اندرون خانہ نجدی تعلیم پھیلا کر فساد ڈالتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ خاموش انتشار ہے جس کے بارے میں کسی عام آدمی کو دور دور تک بھی پتہ نہ چلے جیسا کہ منافقین کے بارے میں اور شاوہادی ہے۔ اختصار کے پیش نظر صرف ترجمہ پیش قدمی ہے۔

وہ اور جو ان سے کہا جائے زمین میں فساد نہ کرو تو کہتے ہیں ہم تو سنوارنے والے ہیں۔ مثلاً ہے مری خادسی میں مگر انہیں شعور نہیں (البقرہ آیت ۱۷۱) پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ”یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خریدی کہ البقرہ آیت ۱۷۱ ترجمہ رضویہ از کز الایمان۔ ترجمہ شاہ عبدالغفار اور ترجمہ تھانویہ کا بھی یہی مفہوم ہے صرف انداز اپنا اپنا ہے“

جان یا آپ نے منافقین کی روڑاؤں سے تردد نہ کر خود اللہ عزوجل فرما رہا ہے کہ یہ نیکی کے بیانے مسلمانوں میں انتشار ڈالتے ہیں تو بہر بخت اُس کو بھی کہنے لگے کہ ہم تو نیکی پھیلا رہے ہیں۔ ان کے تبرک کا یہ عالم آج بھی دیکھ سکتے ہیں جب آدمی تبلیغی جماعت میں چلے دیر کاٹ کر پکا ہو جاتا ہے تو کچلے جائے عاجز اور نیک

ہوئے کے تبرک ہو جاتا ہے (حوالہ کیلئے دیکھئے تقی دیوبند و سمر نوبہر شمسہ ابو زریہ فدریس) کیونکہ ان کے خیال فاسد میں یہ ہوتا ہے دین کے ساتھ ہمسائیہ دنیا کے خوب منہ لئے جاہلیں جماعت میں جانے کی برکت سے یہ سب معاف ہوتے جائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بجائے انفس کی اصلاح کے نفسانی خواہشات کا انتباہ برسرہ جاتا ہے۔ امر بالمعروف اور نہی بالمعسر کا سہارا کر اسی کی سخت مخالفت کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ معاشرے پر اچھا اثر پڑنے کے بر اثر اثر پڑ رہا ہے۔ مثال کے طور پر جب انڈیا میں تبدیلی جماعت قائم ہوئی تو اس وقت اس جماعت کے ساتھ گنتی کے چند افراد تھے۔ لیکن معاشرے کا یہ عالم تھا کہ لوگوں میں دین کی بحث اور اخلاقی تھا۔ دین پر کٹ مرنے کو تیار تھے۔ سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ذرہ ذرہ سہی بات پر فدا سے ڈرتے حیا تھا۔ پردہ تھا۔ بزرگوں کا ادب تھا حلال و حرام کی تیز تھی۔

پیسے کی دھڑ بہت کم تھی کوٹھیاں اور بنگلے بننے کی بجائے سادہ گھر بناتے تھے ہر وقت اللہ کے نیک بندوں کے کارناموں کا ذکر کر کے اپنے اسلاف کے نقشبند قدم پر چلنے کا عہد کرتے تھے۔ لیکن اب بقول ان کے لاکھوں کا مجمع ہے لیکن بے حیائی کا یہ عالم ہے کہ اگر عورت کا

بالکل برہنہ ہونے میں ہی خوبصورتی ہو تو وہ ایسا کرنے سے بھی گریز نہ کرے۔ ان ظالموں نے بچے کا پہلا نکتہ (جو عورت ہے) خراب کر کے رکھ دیا ہے اس پہلے سے کہ عورت خاوند کی رضا کے لئے ہر فیشن کر سکتی ہے۔ اس دہریہ سے وہ نیم عریاں ہو سکتی ہے تمام معاشرے اور ان کے گھروں میں دیکھ لیجئے خدایا قسم عورت کا ہر برعوض باوجود کپڑے پہننے کے ننگا نظر آ رہا ہے۔ ماؤں خیروں میں تو پیرا۔۔۔ سے ہی ختم۔ عورت کو جو مقام ہمارے اللہ اور رسول نے دے دیا ہے دنیا کا کوئی اولاد نہ ہیپ خواہ وہ کتنا ترقی پسند ہو وہ تمام نہیں دے سکتا۔ بے حیائی پھیلائے کا یہی راستہ ہے جو یہ بدو و عمارتیں نے دین کے

بنائے مسلمانوں میں پھیلا یا۔ جو میں سے محبت یکسر ختم حال و عزم کی تیز کوئی نہیں کسی کے
 حتیٰ کی قطعاً پہچان نہیں۔ کیا پہلی پھیلائے گا یہی اثر ہونا تھا بگڑا ہوا معاشرہ میں ہوتو
 مثال دی جا سکتی تھی کہ ان بزرگوں کی محنت کا نتیجہ ہے کہ لوگ بے راہ رہی کو چھوڑ کر مسی
 کی راہ پر گامزن ہو رہے ہیں۔ لیکن اگر مزید بگڑ جائے تو انہوں کو بھی پتہ چلتا ہے کہ
 واقعی فتنہ و فساد پھیلا رہے ہیں دین کے خلاف چل رہے ہیں۔ بڑا لکھن جس مسلمانوں میں
 بڑائی کے نام پر نہیں پھیل سکتی۔ جب پھیلی گی مذہب کے نام سے پھیل گی۔ جو کام اور طریقہ
 سلف کے طریقہ کے سراسر خلاف ہو گا وہ خواہ کتنا ہی اچھا کیوں نہ لگے وہ سراسر فساد ہے
 نہیں۔ ہم یقیناً مسلمانان اہل سنت کو بڑے دشوک سے بچتے ہیں کہ نہ تو یہ طریقہ صحابہ و اہل
 اور نہ ہی تعلیم ہمارے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اس کا اقرار خود وہی تبلیغی
 جامعہ نے کیا ہے۔ (یک بار مولانا الیاس) نے فرمایا۔ ”حضرت مولانا فتاویٰ نے بہت
 بڑا کام کیا ہے بس میرا دل یہ چاہتا ہے کہ تعلیم تو ان کی اور طریقہ تبلیغ میں ہو کہ اس طرح
 ان کی تعلیم عام ہو جائے۔ (موقوفات الیاس ص ۱۷) یہ عبارت ترجمہ کی محتاج نہیں صاف
 واضح ہے کہ یہ کام سارے کا سارا اہل کجاہ بندہ ہے۔ سلف کے طریقہ کے خلاف ہے اللہ کا
 نیک بندہ تو صرف ایک کتابوں کی وادی میں چلا جائے تو وہ وادی اللہ کے فضل سے
 نیک اور صالح بن جاتی ہے۔ لوگ گناہوں سے تو یہ کرنے میں پیش پیش ہوتے ہیں۔
 کیونکہ وہ شخص دھائے اہل کسے کام کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت خواجہ ہند الولی جناب
 خواجہ معین الدین (رحمہم اللہ) نے فرمایا۔ ”اللہ ان کے مرتبے اور بلند کرے۔ یا سید علی ہجویری
 و اتانچ بخش رضی اللہ عنہ و دیگر کی شخصیتیں آپ کے سامنے ہیں یہ سن کر تنہا ہی رضائے الہی کے
 سے نکلے تھے۔ صرف تقویٰ تھا خدا کا خوف تھا کیونکہ تقویٰ کی علامت ہی مسلمان کا اصل ثناء

ہے نہ کہ یہ جو قبر میں ہی عذاب بن جائیں گے۔ اسی لئے ان کی تبلیغ کا یہ اثر ہوا کہ
 لوگ شرک و کفر سے تائب ہو کر رضائے الہی کی جستجو کرنے لگے۔ لیکن ان بھڑیوں
 کی تبلیغ کا یہ اثر ہے کام تو رضائے اعلیٰ کے کر رہے ہیں اور بیل رضائے الہی
 کا ننگا دکھا ہے۔ تعلیم اپنے مخصوص فرقے کے ملاں کی پھیلا رہا ہے۔ جس کی تعلیم
 کے بارے میں یہ سارا طریقہ بھی متفق نہیں۔ اور کہتا ہے کہ فتاویٰ تعلیم میں بھی غلط نظر آ
 کی آمیزش ہے۔ دیکھئے تمام البرکات غلامانہ پنڈولی کی اور لیل رسول اکرم کی
 تعلیم کا لگا رہے ہیں اس سے بڑا کہ اور کیا ظلم ہو گا تعلیم کس قسم کی ہے
 یہ بھی ان ہی کی ذہنی غنیمت لیجئے۔ موصوف مولوی ظہیر الحسن کے نام ایک خط میں لکھتے
 ہیں۔ ”ظہیر الحسن میرا دعا گوئی پاتا نہیں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ تحریک صلوٰۃ ہے۔ میں
 قسم سے کہتا ہوں کہ یہ ہرگز تحریک صلوٰۃ نہیں ہے اس کے آگے بواحد نہ دی
 نے ایک لڑکی بات ظاہر کر دی کہ ”ایک روز (مولوی الیاس نے) بڑی حسرت سے
 فرمایا کہ ”نمایاں ظہیر الحسن ایک نئی قوم پیدا کر رہی ہے۔“ غور فرمائیے نہ لوگوں کو
 نمازی بنانا مقصود ہے نہ تعلیم رسول مقصود ہے۔ نہ طریقہ صحابہ ہے۔ بلکہ ایک
 نئی قوم بنانے کی سرت ہے۔ بتائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم کو کونسی ہدیہ
 قوم بنانا چاہتا ہے۔ معلوم ہوا کوئی سازش ضرور ہے جو اس کام کے پیچھے
 کار فرما ہے۔ اب بھی تم نہ سمجھو تو یہ تمہارے نصیب کی بات ہے تو لے بھائی
 جو نمک خود خراب ہو وہ دوسروں کے کھانوں کو خراب کرے گا۔ بے ذالافتہ
 بنائے گا یا جو دریا کے ظلمت میں خود غوطہ زن ہو اور ڈوب رہا ہو وہ
 دوسروں کو کیا بچائے گا۔ یہی وجہ ہے معاشرہ دن بدن بگڑ رہا ہے۔

قلم کیوں چلا ؟

مطابق مصنفین کی خطرناک افسانہ نگاری سے متاثر ہو کر قلم کو اس رخ کوٹا جا رہا ہے۔ اب نہ سر پٹیاں کہ اولیائے کرام اور مذاہنقاہوں کا مذاق اڑا کر ہم کو کتنی بے ہمتی دکھائی ہے۔ راہ نم نے بنائی۔ اس ڈگر پر پہنچے تم نے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ اب جواب سننے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس قسم کی کتابیں لکھنے کا موڈ بالکل نہیں تھا۔ مگر اتفاق سے ماہر القادری ایڈیٹر فادران کراچی کا ایک مضمون نظر سے گزرا جس کی سرخی تھی دوسروں میں اس مضمون کا انداز بیان منراجمہ تھا اور اس میں گزارشات اولیاء پر مبنی عورت میں تعلقات کا نقشہ نقشہ بھینچا گیا تھا۔ دیکھ کر بے پناہ صدمہ ہوا اور فوراً یہ ارادہ کر لیا کہ اس کا مشورہ جواب دیا جائے گا۔ میری کتاب "چلو تبلیغ کریں" اسی سے متاثر ہو کر منظر عام پر آئی۔ میں نے اس بحث اس کتاب کو مرتب کیا۔ مگر اقتصادی دشواریوں کی وجہ سے جلد طباعت کی منزل سے نہ گذر سکی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اب یہ دلچسپ کتاب آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ میں نے اس کتاب میں کہاں تک اپنے مسلک کی ترجمانی کی ہے؟ یہ ارباب علم و دانش ایک ہی نظر میں سمجھ لیں گے۔ ناظرین سے گزارش ہے کہ وہ اپنی قیمتی رائے سے ضرور مطلع فرمائیں۔ یہاں بے تذکرہ بھی مضمون نہ ہو گا کہ ایڈیٹر فادران کے مضمون میں محض تصور تھا۔ میں نے اس تصور سے کتاب کو پاک کر رکھا ہے تاکہ ایک تاریخی بنیاد کے ساتھ پوری کتاب ختم کر سکے۔

مذاہقت بڑھ رہی ہے۔ خیاری ہے ایمانی ہے حیائی نفس پرستی میں اضافہ ہو رہا ہے۔ لوگ پیسے کی دوڑ میں سودی کاروبار کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے اور وہی لوگ کماریں کر رہے و نہ ہر سال دعا مانگتے کے لئے پیش پیش جوتے ہیں۔ اور یہ لوگ خوشی سے ان کی مثالیں دیتے ہیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دعا بانوں اور منافقوں کی کئی نشانیاں بتائی ہیں جن میں سے ایک تحریر کرتا ہوں۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ترجمہ "یعنی ہوں گے آخر زمانے میں فریب کرنے والے جھوٹے مکار لوگ لائیں گے تمہارے پاس ایسی حدیثیں کہ نہ سنی ہوں گی۔ تم نے... سو بچاؤ تم اپنے تئیں اُن سے اور ان کو اپنے سے اس لئے کہ کہیں گمراہ نہ کر دیں اور فتنہ و فساد میں نہ ڈال دیں" (بہدایت الی ہر سیدہ رضی اللہ عنہا ص ۱۴۸) بحوالہ فتح البیہ اود شاہراہ تبلیغ قاضی عبدالسلام خلیفہ تھانوی

ان کی خاص نشانیاں یہ فرمائی کہ "ان لوگوں کے اونچے اونچے پائنجے ہوں گے" (فتح البیہ ص ۱۴۸) طبع مدنی کتب خانہ گوہر انوار، طبع کی بات یہ ہے کہ یہ کتاب دیوبندیوں نے شائع کی ہے۔ رب ذوالجلال کی قسم تبلیغ جماعت کے افراد کو دیکھ لیجئے ان کے پائنجے اونچے اونچے ہوتے ہیں۔ اس نشان کی بعد مزید کوئی ضرورت نہیں۔ اجازت چاہتا ہوں۔ خدا حافظ!

احقر ناچیز شیخ محمد افضل حسنی حنفی بدایونی

چلو تبلیغ کریں

میں تمہارے لئے بنارس کی سارہی لاؤں گا۔ بیگم !

نظام نے مسکراتے ہوئے کہا۔

ہاں تم تو ہمیشہ ہی تحفہ لاتے مہونا بڑے آئے لا

والے۔ نظام کی اہلیہ بخیر نے منہ بنا تے ہوئے کہا۔

آج تمہارا موڈ کیوں خراب ہے بیگم ! نظام نے پوچھا۔

موڈ کیوں خراب ہوئے نکا۔ آپ بلا وجہ کی بات کرتے ہیں۔

ہو تو جاؤ۔ منہ کون کرتا ہے۔ تم جارہے ہو تبلیغ کرنے یا وہاں سارہی

خریدتے پھر دو گے۔ بخیر نے ذرا تیز بدل کر کہا۔

نہیں بیگم ! کلمہ نماز کی تبلیغ سے فرصت پا کر تمہاری سارہی ضرور

خرید دوں گا۔ تاکہ تم اس کو پہن کر بیچ کر مجھ کی گڑیا معلوم ہوئے گا۔

نظام نے کال میں چلکی لیتے ہوئے کہا۔

اچھا اپنا لودیا بستر بعد میں باندھ دے گا۔ پہلے آٹا خرید کر دیتے جاؤ

صرف شام بھر کا ہے اور آپ تو پورا چلہ کر کے آئیں گے۔

بخیر نے کڑخت لہجہ میں کہا۔

میں یہ نہیں کہتا کہ خالقا ہوں سے تعلق رکھنے والے معلوم ہوتے ہیں۔

صحاہ اُن سے ہو سکتا ہے۔ تمہیں پیار ہے جو کرے اُس کو کبھی جنرل علیہ سے

سب کے خلاف غلط نظر یہ پیش کرنا کہاں تک درست ہے ؟

مگر ان لوگوں سے اس کی امید رکھنا ہی بیکار ہے۔ جو سینہ بول کی

شال میں گستاخی کرنا اپنا اور ہٹنا بچھونا بنائے ہوئے ہوں۔ دیونند کے روبرو

اگر ماہ رسالہ کے بار بار اقدم سے متاثر ہو کر ایک کتاب "دفاعی مورچے" ترتیب

کر رہا ہوں جس میں سنگتی اور دیگر اخبارات و رسائل نیز دہائیوں کی کتابیں

شمار انوں کا پرودہ چاک کر دیا جائیگا۔ اپنے طرز کی یہ واحد کتاب ہوگی جو دنیا

و ہا بیت میں زلزلہ پیدا کر دے گی۔ دفاعی مایہ کے پروردگار عالم اپنے

حبیب علی افتخار علیہ وسلم کے صدقے میں دین حق کی حمایت میں ظلمی جہاد

میں مصروف رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ مرتدوں کے پیٹیلے ٹٹے ہوئے

نہر کا تریاق قوم کے پاس پہنچا رہے۔

ایک ضروری گزارش اپنی جماعت کے اُن اہل قلم حضرات سے ہے

جو اس فن میں ماہر ہیں کہ وہ میری کتابوں کے ان حصوں کے مجھے مطلع فرمائیں

جو قابل اعتراض ہوں یا جہاں کچھ کمی بیشی کی ضرورت ہو تاکہ اس کو آئندہ

ایڈیشن میں تشکیک کے ساتھ قبول کر لیا جائے۔

میں مجھ سے شعور نگار افکار کا قطعہ۔ اب اور کہانی کوئی آتی نہیں مجھ کو

سید عذرا

محمد، رمضان المبارک ۱۳۸۵ھ

نکڑ کر دو۔ دو ایک روز پڑوسن سے لے کر کام چلا لیتا۔ پھر انشا اللہ
انتظام ہو جائے گا۔ میں جا کر فوراً روپیہ روانہ کروں گا۔

نظام نے کہا۔

پڑوسن سے پہلے ہی دو سیر آٹا ادھار لاپکی ہوں۔ آخرا ب
کس منہ سے ان سے کہوں۔ ان کے یہاں کوئی کھیتی توڑی ہوتی
ہے جو روز بروز آٹا ادھار دیتی رہیں۔ مجھ سے آٹھ میں آٹھ
ڈال کر کہا۔

اچھا دیکھو ابھی انتظام کرتا ہوں۔ نظام نے جواب دیا۔

ایک شخص جو بظاہر بڑا دیندار معلوم ہوتا ہے۔ لمبی وارہی
سرگھسا ہوا۔ ماتھے پر سیاہ داغ۔ ہاتھ میں تیسج اور پاس ہی ایک
بل کھتا ہوا ڈنڈا بھی رکھا ہوا ہے تیسج شامٹ چل رہی ہے۔ دو
تین آدمی اور بیٹھے ہوئے ہیں۔

اوسے میاں لٹو! ذرا جلدی کرو۔ اپرا انڈیا سے چلنا ہے۔
ابھی حاضر ہوا۔ سارا سامان ٹھیک ہے۔ صرف تاشٹ
وان درست کر رہا ہوں۔ اندر سے لٹو نے جواب دیا۔

دیکھو وہ ستور کی گھڑی نہ بھولنا جو میں کل دے گیا تھا۔ وہی
شخص پھر بولا۔ نہیں نہیں۔ اندر سے آواز آئی۔

اتنے میں نظام بھاری بھاری قدم رکھتے ہوئے ڈریڈھی میں
داخل ہوئے۔ علیک سلیک کر کے کرسی پر بیٹھ گئے۔

کچے میاں نظام سب خریت ہے۔ وہی بوڑھا خراثٹ بولا۔ جی
حضور سب خریت ہے۔ مگر.....

مگر کیا؟ کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ بوڑھے نے بات کاٹ
کر کہا۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ آپ نے تو منہ کی بات جبین کی نظام
نے مسکرا کر کہا۔

یا امیر! سب سامان ٹھیک ہو گیا۔ لٹو نے کہا
بہت اچھا! امیر نے جواب دیا۔

دس دس کے چار نوٹ نظام کی طرف بڑھاتے ہوئے۔ یہ لو
گھر میں دے کر عبد اللہ اسٹیشن پہنچنے کی کوشش کرو۔ امیر نے
کہا۔

بہت اچھا سرکار۔ نظام نے ادب سے عرض کیا۔
معلوم ہے نا؟ اپرا انڈیا سے چلنا ہے۔

جی حضور معلوم ہے۔ نظام نے جواب دیا۔ اور دل ہی دل میں
یہ شخص ابن عبد الوہاب نجدی المدد کا نعرہ لگاتا ہوا ایک زمین ہو گیا۔

یہ کامیور کا ریلوے اسٹیشن ہے کہ قدر خر لیسورت ہے۔ ہر وقت

جیل پہل رہتی ہے اور جب گاڑی آتی ہے اس وقت کا منظر نہ بوجھے
وہ دیکھے۔ امیر تبینہ جماعت اپنے چیلے چاڑوں کو لئے ہوئے
پنچ پر براجمان ہیں۔ اسٹیشن پر لگے ہوئے ہارن نے اعلان کیا کہ آج
اپر انڈیا ایک گھنٹہ میں منٹ لیٹ آئے گی۔ سارے مسافر یہ روح
فرساخبر سن کر پریشان ہو گئے۔ مگر امیر جماعت اور ان کے چیلوں کو ذرا
بھی فکر نہ ہوئی کیونکہ ان کا سر ہر لمحہ نامہ اعمال میں نیکی کا اندراج کر رہا
ہے۔ گاڑی آئے یا جنم میں جائے۔ جب گھر سے تبلیغ کے لئے
نکل پڑے تو ثواب بہر حال ملے گا۔

ذرا پانی پلائیے جمال خاں! امیر نے وارٹھی پر ہاتھ پھیرتے
ہوئے کہا۔

تھر اس سے پانی نکال کر انتہائی ادب سے امیر کے سامنے
گلاس بڑھاتے ہوئے۔

حضور پانی حاضر ہے
آپ تھر اس بھی لیتے آئے۔ بھی مانتا اللہ۔ اس سے لوٹا ٹھنڈا
پانی پیئے کوئے گا۔ امیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
جی ہاں! میں جب سعودی عرب گیا تھا۔ وہیں سے اسے
لایا تھا۔

جمال خاں بولے۔

امیر جماعت نے گلاس لے کر ایک سانس میں سارا پانی ختم کر

دیا۔ اور رومال سے منہ پونچھتے ہوئے کہا جزا اللہ۔
یہ کچھ دیر خاموشی طاری رہی۔ آخر لٹو نے کہا حضور! دیکھیے کیا نام
ہوا ہے۔ اب تو گاڑی آنے والی ہے۔

اُسے وقت تو پورا ہو رہا ہے۔ باتوں باتوں میں وقت گزرتے
ویر نہیں گنتی۔ امیر نے گھڑی دیکھتے ہوئے جواب دیا۔
یہ لیجئے لوگ کھڑے ہو گئے شاید گاڑی سٹنٹل کے اس پار نکل آئی
ہے۔ جمال خاں بولے۔

جماعت کے سب لوگ کھڑے ہو گئے۔ دو قلی جو پیٹ اسی بنا رہے
سامان سر پر لا کر ٹرین کے رکنے کا انتظار کرنے لگے۔

پاس ہی ایک صاحب جو دفع قطع سے سامان سلوم ہوتے تھے
اپنے بچوں سمیت کھڑے ہوئے تھے۔ پانچ نفر کے اس قافلے میں برقع کی
دفع قطع سے ایک نو عمر لڑکی معلوم ہوئی گنتی اور دوسری ادھیڑ عمر کی ہو
گئی۔ غالباً یہ انہیں صاحب کی لڑکی تھی اور وہ ادھیڑ عمر والی ان کی بیگم ہو گئی

گاڑی پیٹ فارم پر کھڑی ہو گئی ایک بازار سا لگ گیا۔ کوئی ادھر
بھاگا جا رہا ہے کوئی ادھر بھاگا جا رہا ہے۔ کوئی چیخ رہا ہے کوئی رو
رہا ہے۔ ایک عجیب و حیا چوڑی مچی ہوئی ہے۔ کچھ لوگ جماعت کے
افراد کو الوداع کہنے آئے تھے۔ سارا سامان ایک تھ ڈگلاس ڈیہ میں رکھا

گیا۔ اور تمام افراد نے بغیر دشمنی اپنی اپنی جگہ بنالی۔ مگر میر جماعت نظر نہیں آ رہے تھے۔

للقو ذرا دیکھنا۔ حضرت کس طرف رہ گئے۔ جمال خاں نے کہا۔ وہ تو میر سے پیچھے ہی آ رہے تھے۔ خدا جانتے کس طرف نکل گئے۔

جماعت کے دیگر افراد نے ٹرین سے سرنکال کر امیر جماعت کو دیکھنا شروع کیا۔ لائق نے سچ کر کہا ارے وہ ہیں۔ وہ دیکھو ڈبہ میں چڑھ رہے ہیں۔ کہاں کہاں! جمال خاں نے کہا

وہ دیکھو ایک کالے برقع والی خاتون ان کے آگے آگے بڑھ رہی ہے۔ لائق بولا۔

ٹھیک ہے سوار ہو گئے۔ جمال خاں نے کہا۔

گاڑی نے سیٹی دی اور آہستہ آہستہ رینگنے لگی۔ اسٹیشن پر آنے والے میزبان اپنے مہانوں کو رد مال بلا کر الوداع کہنے گئے۔ آخر گاڑی نے پیسٹ فارم چھوڑ دیا اور ہوا سے باتیں کرتی ہوئی اپنی منزل کی طرف دوڑ گئی۔ امیر جماعت کو بیٹھنے کے لئے جگہ نہ مل سکی۔ بیچارے پائٹنے کی دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے ہوئے تھے۔

ارے ستارہ! ذرا سمٹ کر بیٹھو۔ میں تو دیا جا رہا ہوں۔ ادھیڑ عمر کے شخص نے نوجوان حسینہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

ابھی اوپر گنجائش بالکل نہیں ہے۔ لڑکی نے جواب دیا۔

انتساب سفر آخر کیسے ملے ہو گا یہی عالم رہا تو میں بے صبر مر جاؤں گا۔ ڈبہ کے اندر لوگ باتوں میں مصروف تھے اور ٹرین سنسنائی ہوئی۔ میں بار بار ہی تھی۔ ستارہ کے پاس ہی اس کی والدہ بیٹھی ہوئی تھیں۔ انہوں نے بان کی ڈبہ نکالی اور ایک پان ستارہ کو دیا۔ کہ وہ اپنے والد کو پیش کر دے۔ پھر خود بھی پان نکالا اور چبانے لگی۔

امیر صاحب ابھی بہک کھڑے ہوئے تھے ایک شخص نے ازراہ ہمدردی اپنا بکس سیٹ کے نیچے سے گھسیٹتے ہوئے کہا۔ لیجئے مولانا شریف کیجئے امیر جماعت نے نمکریا داکرتے ہوئے کہیں پر اپنا ڈیوڑھا ڈال دیا۔ کہاں جا رہے ہیں مولانا۔ اجنبی شخص نے پوچھا۔

بنارس جانا ہے۔ امیر نے کہا۔

کس محلے میں رہتے ہیں وہاں۔

جی میں وہاں رہتا نہیں ہوں۔ میرا وطن شریف آباد ہے۔ بسلسلہ تبلیغ ہندوستان آیا ہوں۔ جماعت کے ہمراہ بنارس جا رہا ہوں۔ کلمہ نواز کی تبلیغ کرنے۔ امیر نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ اجنبی شخص نے دریافت اچھا اچھا۔ مگر آپ کے ساتھی کہاں ہیں۔ اجنبی شخص نے دریافت کیا۔

وہ کسی دوسرے ڈبے میں ہوں گے۔ گھڑی میں برائش تھا عقل
حیران قہقہے کیسے سوار ہوں۔ وہ تو کہنے لگے کہ ڈبہ میں آجی گیا۔ ورنہ رہ
جاتا۔ امیر نے فکر یہ انداز سے جواب دیا۔
آپ کا اسم شریف۔ اجنبی نوجوان نے پوچھا۔
مجھے غلام ابن عبد الوہاب کہتے ہیں۔
اور جناب کا اسم گرامی۔ امیر نے سوال کیا۔
مجھے عبد الباقی خاں کہتے ہیں۔
آپ کا دولت خانہ۔ امیر نے سوال کیا۔
غریب خانہ قائم گنج ضلع فرخ آباد ہے۔ کانپور میں کل مخدوم شاہ
علیہ الرحمۃ کا عرس تھا۔ اس میں حاضر ہونے کی غرض سے آیا تھا۔ اور اب
اپنی ہمیشہ سے ملنے بنارس جا رہا ہوں۔ عبد الباقی خاں نے جواب دیا۔

عرس کا نام سن کر امیر صاحب کے چہرے پر ہوائیاں اٹھنے لگیں
مانداز سے معلوم ہوتا تھا کہ عرس کا نام سن کر انہیں تکلیف ہوئی ہے۔ بڑا
سامانہ بناتے ہوئے بولے۔ اچھا ہوا ساتھ ہو گیا۔ میں بھی بنارس
چل رہا ہوں۔

عبد الباقی خاں نے امیر کے دل کا چھپا ہوا چور پھیلایا۔ اس نے اپنے
قبیلے میں مانفٹ والا اور ناتھ کی ہوتی مٹھائی نکالی اور امیر کی طرف بڑھا

ہوئے کہا لیجئے، جاج میو شریف کے مخدوم صاحب علیہ الرحمۃ کا تبرک ہے
آپ بھی خوش فرمائیے۔
جھکتے ہوئے۔ اس وقت حاجت بالکل نہیں ہے۔ رکھیے پھر دیکھا
ہائے غما۔ امیر نے کہا۔
ارے ذرا سی شیرینی میں کیا ہوتا ہے۔ عبد الباقی خاں نے خدا کرتے
ہوئے کہا۔

چار دن چار شیرینی کے کمرہ میں رکھ لی۔ دل لامت کر رہا تھا۔ کہ
آج زندگی میں پہلی بار حرام و ناجائز چیز کھا پڑی۔ مگر مزانہ تو کیا کرتا۔
بڑی مشکل سے شیرینی امیر صاحب کے گلے سے اتاری۔

گھڑی کی کئی اسٹیشن چھوڑتی ہوئی بھاگی چلی جا رہی تھی۔ بڑے
بڑے اسٹیشنوں پر رکی اب الہ آباد آنے والا ہے۔

وہ دیکھتے گھڑی الہ آباد کے پیٹ فارم پر داخل ہو رہی ہے۔
تدبیر رکی اور ہر طرف چیل چیل نظر آنے لگی۔

یہ ایک امیر صاحب کاں کھڑے کر کے غور سے کچھ سننے لگے۔ انہیں
ایسا محسوس ہوا کہ ان کو کوئی پکار رہا ہے۔ وہ غور و فکر کر رہی ہے
تھے۔ کہ پھر آواز آئی۔

عبد الوہاب صاحب۔ عبد الوہاب صاحب۔

امیر نے چہیتے ہوئے کہا۔ جی جی میں یہاں ہوں۔
 امیر کی آواز سن کر آواز دینے والے ڈب میں بھانکنے لگے۔ آپ
 یہاں تشریف فرما ہیں۔ لٹو نے کہا۔
 ہاں بھئی اسی ڈب میں سوار ہوا تھا۔ سو پانچ فٹ پورا نر کر تم
 لوگوں کو تلاش کروں۔ مگر آج ریش اسقدر ہے کہ ملنا دشوار ہے
 امیر نے کہا۔
 آئیے اسی ڈب میں چلیے۔ جہاں ہم لوگ ہیں۔ لٹو نے کہا۔

چلیے !
 اپنا تک گاڑی نے سیٹی دی۔ امیر صاحب چونک پڑے۔
 اب جانا مناسب نہیں ہے۔ امیر نے کہا۔
 خیر تو پھر میں بٹتا ہوں۔ لٹو نے کہا۔
 امیر صاحب اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ اب گاڑی الہ آباد پلٹ
 فارم کر چھوڑ چکی تھی۔ اور فرارٹے لیتی ہوئی جا رہی تھی۔

عبدالنبی خاں نے سمجھ لیا تھا کہ امیر صاحب کچھ معلوم ہوتے
 ہیں۔ اسی وجہ سے اس نے انہیں مٹھائی کھلائی تھی۔ اب اس نے
 گنگوڑ کرنے کا ایک اور بہانہ تلاش کیا اور انگریزی لیتے ہوئے
 گیا کہ سولی اللہ
 کہا۔

امیر صاحب کو بھیچے۔ پچھو نے ڈنگ مار دیا۔ کیا فرمایا آپ نے
 امیر نے کہا۔

کچھ نہیں۔ عبدالنبی نے کہا۔
 نہیں یہ جو ضرور لگا بیٹے نا آپ نے۔ امیر نے کہا۔
 اچھا ہاں ہاں۔ میں نے بارہ سول اللہ کہا ہے۔ عبدالنبی نے کہا۔
 اگر آپ بلانا نہیں تو اصلاحی ہاتھ عرض کروں۔ امیر نے کہا۔
 ضرور ضرور فرمایا ہے۔ عبدالنبی نے کہا۔

اس طرح نڈا کرنا ناجائز ہے۔ اگر آپ کا یہ عقیدہ ہے۔ خود حضور
 علیہ السلام اتنی دور سے سنتے ہیں۔ جب تو صریح کفر ہے۔ اور اگر عقیدہ
 یہ ہے کہ کفر سنتے درود پہنچاتے ہیں تو کفر نہیں۔ امیر نے کہا۔
 کیوں ایسا کیوں ہے۔ عبدالنبی خاں نے کہا۔

بات یہ ہے کہ دوسرے سن لینا یہ صرف اللہ تعالیٰ کی شان ہے
 کسی اور کے لئے اس قسم کی طاقت ماننا جائز نہیں ہے۔ امیر نے کہا۔
 اگر یہ بات ہے تو حضرت عمر فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ نے حضرت
 ساریر رضی اللہ عنہ کو کیا سمجھ کر پکارا تھا اور انہوں نے کئی سو میل دور سے
 اللہ کی آواز سن لی تھی۔ عبدالنبی خاں نے کہا۔

گنگوڑا کر۔ بھئی ہٹائیے جانے دیجئے۔ آپ نے تو بخت چھیر دی۔
 امیر نے کہا۔

پہلے خود ہی آپ نے گنگوڑ چھیر لی اور ایک غلط بات ذہن میں

آواز ایسی اور عیب جواب دیا تو یہ فرماتے ہیں کہ چھوڑیے جانے دیجئے
تم لوگوں کو شرم نہیں آتی۔ اسلام کے نام پر اسلام کی جڑوں کو کاٹ رہے
ہو۔ کھمراز کی آڑ کے کہ تم لوگوں نے مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں
اختلاف ڈال دیا ہے۔

نہیں بھائی ہم لوگ اختلاف کے مسائل میں پڑتے ہی نہیں ہیں ہم
تو کلمہ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں۔ امیر نے کہا۔

اچھا یہ بتائیے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز میں اگر
خیال آجائے تو کیا ہے۔ امیل دہلوی نے اپنی کتاب صراط المستقیم
میں جو لکھا ہے کہ

”زنا کے دوسو سے اپنی بیوی کی محاسنت کا خیال ہے

اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف
نواہ جناب رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت کو لگا دینا اور
بیل اور گدے کی صورت میں مستغرق ہونے سے
زیادہ بُرا ہے۔“

اس عبارت سے شکیابست ہونا ہے کہ نماز میں آنا کے کو نہیں
کا خیال ہرگز نہ آچھا ہے۔ ہماری سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اگر ایسا عقیدہ
صحیح ہوتا تو نماز میں التیام پڑنے کا حکم کیوں دیا جاتا۔ جب کہ التیام
پڑھنا واجب ہے۔ ظاہر ہے کہ حضور کا خیال تو یقیناً آئے گا۔ اس
عبارت کا مطلب سمجھائیے۔ عبد الباقی نے کہا۔

انہی ہی تقریریں کر امیر صاحب کے پیروں نکلے سے زمین کھسکتی
نظر آتی۔ دل ہی دل میں پیشیمان ہو رہے تھے کہ میں نے بلا وجہ یہ
آفت مول لے لی۔ خاموش رہنا تو بہتر تھا۔ چار دن چار لو لے بھی
یہ مولویوں کی باتیں ہیں ہم لوگ کیا جانیں ہم تو ہر نماز کی تبلیغ کرتے
ہیں۔

تم کو شرم نہیں آتی۔ جب میں نے یا رسول اللہ کا نعرہ لگایا جیسے
تو آپ بڑے علامہ بن گئے اور تاجاگر ہونے کا فتویٰ جڑ دیا۔ اس
وقت آپ کو یہ خیال کیوں نہیں آیا۔ جواب آ رہا ہے۔ آپ کو جواب
دینا ہوگا۔ عبد الباقی نے کہا۔

بھئی میں ڈرتا ہوں کہ بات بڑھ جائیگی

کچھ بھی ہو آپ کو جواب دینا ہوگا۔
عبد الباقی نے کہا۔

خیر آپ نہیں مانتے۔ مجھے جو کچھ معلوم ہے عرض کر رہا ہوں۔
فرمائیے۔ عبد الباقی نے کہا۔

دیکھئے بات یہ ہے کہ آپ نماز اللہ کے لئے پڑھتے ہیں حضور
کے لئے تو پڑھتے نہیں۔ لہذا یہ بات تو حید کو مد نظر رکھتے ہوئے کہی
گئی ہے۔ چونکہ حضور کا خیال دل میں آئے گا۔ تو تعظیم کے ساتھ آئے
گا جس کا ٹکنا مشکل ہوگا۔ اور بیل اور گدے کا خیال آئے گا۔ تو اس کو

جائے یہ آسانی ہوگی۔ امیر نے کہا۔
 خاں صاحب نے بجائے جواب دینے کے امیر صاحب کے منہ پر ایک
 زوردار ہلچل کر دیا۔ سارا ڈبہ گونج گیا۔ ایسا معلوم ہوا جیسے
 بجلی کا باب جلتے جلتے چٹخ گیا ہو۔ سب لوگ حیرت سے اس آواز
 کو سمجھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ خاں صاحب اور وہ بھی قائم لمبی
 پٹھان۔ غصہ میں چہرہ سرخ ہو گیا۔ نالائق مردود۔ اس قسم کے
 گندے عقیدے رکھ کر کلمہ نماز کی تبلیغ کرتا ہے۔ شرم نہیں آتی تم
 جماعت والوں کو۔

عبدالنبی خاں نے کہا

بعض غیر مسلموں نے امیر کی حمایت کرنا شروع کر دی۔ کہ یہ آپ
 سے عمر میں بڑے ہیں۔ آپ کو ایسا کرنا نہیں چاہیے تھا۔
 ایک پنڈت نے کہا

پنڈت جی! آپ ان مردودوں کو نہیں جانتے۔ جی طرح آپ
 کے یہاں آریہ لوگ جوتے ہیں نا، اسی طرح ہمارے یہاں یہ وہابی
 لوگ ہیں۔ کلمہ پڑھکر اور پڑھکر مسلمانوں کو دھوکے میں ڈال دیتے
 ہیں۔ انسان ان کی غلامی و ذلالت و وضع قطع اور کلمہ نماز کا پیغام سن کر سانس
 ہوتا ہے اور پھر دھیرے دھیرے اسلامی عقائد سے ہٹ کر سب
 کے کانٹوں میں پھنسا دیتے ہیں۔

عبدالنبی خاں نے کہا۔

ہیں آپ لوگوں کے مذہب سے واقفیت تو نہیں رکھتا لیکن اتنا جانتا
 ہوں کہ اپنے مذہب کے پیشوا کی عزت کرنا بہر حال ضروری ہے۔
 پنڈت جی نے کہا۔

اللہ میرے بچے پر سے جہیشت۔ میرا کس شخص کو دیا مردود نے
 جسے کیا معلوم تھا کہ یہ پکا مردود ہے۔ عبدالنبی خاں نے کہا۔
 اسی ڈبہ میں ایک اور ادیب عمر کا ایک آدمی بیٹھا تھا وہ بولا۔ اجی
 خاں صاحب آپ کا نام بھی تو ان مولانا کے نزدیک کفر و شرک ہے
 وہ کیسے۔ عبدالنبی خاں نے پوچھا۔

واہ! آپ کو یہ معلوم ہی نہیں۔ ارے تقویت الایمان ہیں ایسے
 ناموں کا رکھنا کفر و شرک بتایا گیا ہے۔ اجنبی بولا۔
 ارے یہ سب نجد کے پاگل ہیں۔ ان مردودوں کو تو بس قبر
 میں پکیریں ہی ٹھیک کریں گے

امیر صاحب اب چپ کھڑے تھے۔ بیچارے اب دل ہی
 دل میں سوچ رہے تھے کہ اچھا ہوا کہ دوسرے ساتھی یہاں نہیں
 ہیں۔ ورنہ بڑی بے عزتی ہوتی۔

گاڑی کی رفتار اب کم ہو رہی ہے۔ بنارس کا اسٹیشن قریب
 آ گیا تھا۔ وہ میچے گاڑی پیٹے فارم میں داخل ہو گئی۔

گھاڑی رکی۔ سب لوگ اترنے لگے۔ جماعت کے تمام افراد ایک جگہ جمع ہو گئے۔ فتوہ اور جمال نے امیر صاحب کو ہاتھوں ہاتھ لیا اور اپنی ٹیم میں لے گئے۔

بنارس میں رہتے ہوئے ایک مفتزہ گذر گیا ہے جو بہ تقریریں ہو رہی ہیں۔ بعد نماز عشاء روزانہ ایک مخصوص جگہ پر اجتماع ہوتا ہے۔ دن میں عصر کے بعد ٹولی کو لے کر امیر صاحب محلے کا گشت کرتے ہیں۔ محلہ کا ایک بینائی چنڈول ان کے ساتھ ہوتا ہے اور پھر لوگوں سے مصافحہ کر کے اجتماع میں آنے کی دعوت دی جاتی ہے۔

آج ایک نیا شخص جماعت سے متاثر ہو کر امیر سے فرمائش کر رہا ہے حضور! کل میرے غریب خاندان پر میلاد شریف کی محفل ہے۔ حضرت ضرور تشریف لے چلیں۔ صرف آپ ہی کی تقریر ہوگی۔ نئے شخص نے کہا۔

آپ کا اگم گرامی! امیر نے پوچھا۔
نادم کو عبد الرسول کہتے ہیں۔ اجنبی نے جواب دیا۔
جماعت کے تمام لوگ میلاد کا سن کر آپس میں آنکھ سے اشارے کرنے لگے۔ اور جب اس نئے شخص نے اپنا نام بتایا تو بعض

بینائی حضرات نے منہ پھیر لیا اور ایسا منہ بنانے لگے جیسے کسی نے نیم کا عرق پلا دیا ہو۔

امیر نے کہا۔ آپ انتظام کیجئے میں ضرور حاضر ہوں گا۔
عبد الرسول صاحب خوش خوش چلے گئے۔ وہ بیچارے کلمہ نماز کے نام پر دیکھ گئے تھے۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ یہ ظالم کلمہ نماز کے نام پر مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

عبد الرسول کے چلے جانے کے بعد جماعت کے لوگوں میں بڑی گرمی مچ گئی۔

آپ نے میلاد میں جانے کا وعدہ کر لیا جمال خاں نے کہا۔ جی ہاں! بات تو اپنی کریں گے۔ امیر نے کہا۔
مگر جب کھڑے ہو کر سلام پڑھنا پڑے گا۔ تو کیا ہے پڑھ لینا۔

مگر سلام پڑھنا تو بدعت و حرام ہے۔ جمال خاں نے کہا۔
تم لوگ ابھی اس چیز کو نہیں سمجھ سکتے۔ اگر فوراً ہی نئے آدمی سے اس قسم کی باتیں کی جائیں گی۔ تو وہ ہماری جماعت میں کیسے آئے گا۔ خود ہمارے اکابرین نے شروع شروع ہی رویہ اختیار کیا تھا۔ اور جیسے جیسے زمین ہموار ہوتی گئی۔ اپنا کام ہوتا گیا۔

امیر جماعت نے مونچھوں پر تار دیتے ہوئے کہا۔

بھئی میں تو نہیں جاؤں گا۔ میں جان بوجھ کر کسی منگولوں کا۔ ہماری جماعت کے سب سے بڑے سالار اعظم کے پیرومرشد کے ساتھی نے اپنی کتاب میں جس پیرومرشد کے دستخط موجود ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ میلاد کنہیا کے جنم کے مثل ہے۔

جمال خاں نے کہا۔

اچھا بھائی تم نہ جانا گلاس قسم کی باتیں نہ کرو !

دوسرے دن عبدالرسول صاحب کے دولت خانہ پر محفل میلاد منعقد ہوئی۔ اور امیر صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ تک خوب چل چل کر تقریر فرمائی اور پھر دعا مانگنے لگے۔

اجی حضرت سلاہ پڑھ کر دعا فرمائیے۔

عبدالرسول نے کہا۔

اوہو ! میں بھول گیا۔ توبہ توبہ

امیر جماعت نے گھبرا کر کہا۔

سب لوگ کھڑے ہو گئے اور صلوٰۃ و سلام کی دلکش آواز گھر میں گونجنے لگی۔ بہت سے تبلیغی دم دبا کر چلے سے کھسک گئے۔ بعض اہل محفل نے کنگھیوں سے ان لوگوں کو دیکھا۔

دعا پر محفل کا اختتام ہو گیا۔ اور امیر صاحب ابھی تخت پر براجمان تھے کہ ایک شخص نے آگے بڑھ کر کہا۔

میں حضرت سے کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔

فرمائیے فرمائیے۔ امیر جماعت نے کہا۔

حضور علیہ السلام کو اپنے بڑے بھائی کے مثل سمجھنا اور کہنا

کیسا ہے۔ اجنبی نے سوال کیا۔

مثل کہنے کا جواز تو قرآن سے ثابت ہے اس میں صاف

صاف لکھا ہے۔ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں تمہارے مثل

ایک بشر ہوں۔

رہ گیا بھائی تو وہ صرف نفس بشریت کی وجہ سے ہے۔ لہذا

ایسا کہنا کوئی جرم نہیں ہے۔

مگر اس آیت کریمہ کے مخاطب تو کفار ہیں۔ اور اس سلسلے

میں مفسرین نے بہت سی وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ قرآن میں

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کیوں آیا ہے۔

مثلاً دو ایک مثالیں ہیں۔ امیر نے کہا۔

ایک بات تو یہ کہ کفار مکہ حضور علیہ السلام کو جادوگر کہتے تھے

الوجہل اور اس کے ساتھی لوگوں کو روکتے تھے کہ محمد صلی اللہ

علیہ وسلم کی بات نہ سنو۔ یہ جادوگر ہیں۔ اگر جادو کر دیا تو تم

بھی اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ دو گے۔ یہ آیت کریمہ کافروں

کے اس قول کا زبردست رد کر رہی ہے۔ گویا مدعا ئے سلام یہ ہے کہ قوم کو پیغمبر کے قریب آنے کا موقع فراہم کیا جا رہا ہے۔ اور کافر و کفار کا رد کیا جا رہا ہے یہ مادہ ذکر نہیں تمہارے مثل بشر ہیں۔ ان کی بات سنو اتنی لمبی تقریر سن کر امیر صاحب کے چہرے پر ہوا میاں اڑنے لگیں۔ بات معقول تھی۔ ناچار کہنے لگے۔ جی ہاں سب بھگڑے کی باتیں ہیں۔ چھوٹی سی ان بھنوں کو۔ آپ ہماری جماعت میں چلے صرف کلمہ نماز کی تبلیغ کیجئے۔

امیر جماعت نے کھڑے ہوئے کہا

جب عقیدہ ہی درست نہ ہوگا۔ تو عمل سے فائدہ! آخر آپ کا اس سلسلے میں کیا فیصلہ ہے۔ اجنبی نے پھر سوال کیا۔

کس سلسلے میں۔ امیر نے پوچھا

یہی کہ حضور علیہ السلام کو اپنے جیسا بشر کہنا جائز ہے یا نہیں؟ وہ تو میں پہلے ہی ظاہر کر چکا ہوں۔ امیر نے کہا۔

اس کے معنی آپ کا موقف وہی ہے جو ابن عبد الوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی کا تھا۔ اجنبی نے کہا۔

جی ہاں! بالکل

لیکن میں نے جو سوال کیا اس کا آپ نے معقول جواب نہیں دیا۔ اجنبی نے کہا۔

میں کہہ چکا ہوں کہ میں بحث کرنا نہیں چاہتا۔

تغیث کی بات ہے کہ آپ بحث کرتے بھی ہیں۔ اپنے ہاپک خیالات کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ اور سچ کر نکلتا بھی چاہتے ہیں۔

آپ لوگ عمل تو کچھ کرتے نہیں۔ بس بحث کرتے ہیں

امیر نے کہا

پھر آپ نے وہی بکواس کی۔ میں کہہ چکا ہوں کہ جب تک عقیدہ درست نہ ہوگا۔ عمل بے کار ہے۔ اگر عمل ہی پر دار و مدار ہے تو عبداللہ بن ابی جہر منافقوں کا سردار تھا، وہ نمازی بھی تھا اور جہاد میں بھی شریک ہوتا تھا۔ کیا اس کے یہ میک عمل اس کے کام آئیں گے۔ اور اس کے تمام ساتھیوں کی نماز روزہ قابل قبول ہے؟ آپ کو اپنے سر کی قسم سچ سچ بتائے۔

جی نہیں! مگر قابل قبول نہیں۔ وہ تو قرآن میں آگیا ہے کہ اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ فِي الدَّرَجَةِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ منافقین دوزخ کے سب سے نیچے والے حصے میں ہیں۔ امیر نے بول کھلا کر کہا۔

پھر آپ لوگوں کا عقیدہ تو صحیح نہیں۔ عمل سے کیا فائدہ ہوگا۔ اجنبی نے سوال کیا۔

پھر آخر آپ ہی بتائیے کہ بشر کے سلسلے میں اسلامی موقف کیا ہے
امیر نے سوال کیا۔

اب آپ آئے دنگ پر آئیے۔

جناب! ہمارا ایمان ہے کہ حضور علیہ السلام بشر ہیں۔ یہ تو قرآن
شہادت ہے۔ مگر ہم جیسے بشر نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان کو بشر کہہ کر پکارنا حرام ہے۔ بھائی
کہنا تو اس سے زیادہ جرم ہے۔

لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی تو تھے۔ حضور علیہ السلام!
امیر نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔

رشتہ کما میں انکار کب ہے۔ رشتہ اور چیز ہے۔ ایمان اور چیز
ہے۔

سوال یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے کے بعد
کبھی بھائی جان کہہ کر پکارا ہو تو ثبوت پیش کیجیے۔ اجنبی نے کہا۔

اس کا ثبوت تو پیش نہ کر سکیں گا۔ اس قسم کی کوئی روایت نہ ہیں
نے دیکھی ہے نہ سنی ہے۔ امیر نے ساق حاکم کہا۔

یہ تو پھر ثابت ہو گیا کہ صحابہ کے دل میں سرکار کی عظمت کس
قدر تھی۔ ان کے ایمان کی نشاندہی ان کے کردار سے ثابت ہے۔

اجنبی نے کہا۔

ایک بات اس ضمن میں اور عرض کر دوں!

اجنبی نے پھر امیر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
ارشاد فرمائیے۔

حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ حضور علیہ السلام کے کون تھے؟
اجنبی نے سوال کیا۔

حضور صلعم سے بڑے تھے۔ امیر نے کہا۔

آپ لوگ نام بھی صحیح نہیں لیتے۔ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے ہیں آپ
لوگوں کی زبان میں ورد ہونے لگتا ہو گا۔ خیر کہنا یہ ہے کہ کیا آپ یہ
شہادت کر سکتے ہیں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ نے ایمان لانے
کے بعد کبھی حضور علیہ السلام کو بھتیجا کہہ کر پکارا ہو۔ یا سرکار علیہ السلام
کا نام لے کر ہی پکارا ہو۔

اجنبی نے سوال کیا۔

اس کا بھی مجھے علم نہیں۔ امیر نے برحسہ کہا۔

علم ہو کیسے جب پکارا ہی نہیں۔ تو ثبوت کہاں سے ملے گا۔
جہاں دیکھئے یا رسول اللہ۔ یا رسول اللہ کے
الفاظ ملیں گے۔

مجلس سے سُبْحَانَ اللَّهِ، سُبْحَانَ اللَّهِ کی آوازیں
بلند ہونے لگیں۔

بہت سے تبلیغی طویل گفتگو سے عاجز ہو کر مہیاگ کھڑے ہوئے
چلیے حضرت وہاں آپکا انتظار ہو رہا ہے۔ ایک تبلیغی نے کہا۔

اں چلتا ہوں۔

ابھی آپ کہاں جائیں گے۔ پوری بات کا جواب تو دیتے جائیے۔
کم سے کم آپ کا اپنا مذہب تو ظاہر ہو ہی جائے۔ اجنبی نے امیر
کا بازو پکڑ لیا۔

اب کیا بات رہ گئی۔ امیر نے کہا۔

قرآن میں بشریت کا اقرار ہے۔ اور حدیث میں مشیت ہے
انکار ہے۔ اس کی وجہ تو نبی تھے جیسے۔ اجنبی نے مسکرا کر کہا۔

کیا مطلب! میں سمجھا نہیں۔ امیر نے کہا۔

قرآن میں مشیت کا اقرار ہے جس کی بنا پر آپ آمنہ کے
لال صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا بڑا بھائی کہنے کو تیار نہیں بنا!
اجنبی نے کہا۔

جی ہاں۔ امیر نے کہا۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور علیہ السلام نے صوم وصال
کے روزے رکھنا شروع کئے تو بعض صحابہ نے تقلید کی جس کا
انجام یہ ہوا کہ بعض صحابہ نماز میں حاضر ہی سے معذور ہو گئے۔ بسبب
کمزوری کے۔ اجنبی نے کہا۔

صوم وصال کیا چیز ہے؟ امیر جماعت نے پوچھا۔

آپ لوگ تبلیغ کرنے نکل پڑے۔ حضور کو اپنے جیسا بشر اور
بڑا بھائی کہنے پر اتنا زور اور جہالت کا یہ عالم کہ صوم وصال کے معنی

معلوم نہیں۔ اجنبی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

اگرے بھائی جو بات معلوم نہ ہو دریافت کرنا ہی چاہیے۔
امیر نے کہہ لیا کر کہا۔

صوم وصال سے مراد یہ ہے کہ حضور نے بغیر اسلام کی وسعت
کے کئی کئی روز مسلسل روزے رکھنے شروع کئے۔ بلکہ ایک حد تک
تک گزر گیا اور اسلام نہیں فرمایا۔ اسی روزہ کی تقلید میں صحابہ کمزور
لاغر ہو گئے۔ جب سرکار علیہ السلام نے نمازیوں کی لمبی کی وجہ پوچھی
تو صحابہ نے واقعہ بیان کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے
ارشاد فرمایا تھا۔

ایک کلمہ مشیحت یعنی تم میں محمد سا کون؟

اس کے بعد جہ الفاظ ہیں ان کا مفہوم یہ ہے کہ مجھ کو تو میرا رب
کھانا پلاتا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہو گیا کہ سرکار علیہ السلام
نے ایمان والوں کے سامنے اپنی مشیت کا انکار فرمایا۔ اجنبی نے
ہجوم بھوم کر کہا۔

حضور علیہ السلام نے صوم وصال کے روزے رکھنا شروع کئے تو
بعض صحابہ نے تقلید کی جس کا انجام یہ ہوا۔

اقرار بشریت پر مثال پیش کر چکا ہوں۔ انکار پر وجہ ملاحظہ فرمائیے۔
سرکار علیہ السلام کی حقیقت یہ ہے۔ جیسا کہ قرآن عظیم میں فرمایا
گیا ہے۔

قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝
تُرْجَمُ ۝ يَهْدِي اللَّهُ لِنُورِهِ مَن يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ۝
کتاب -

یہاں غور کرنے کی بات یہ ہے کہ آیت کو قَدْ سے شروع کیا جا رہا ہے اور جہاں بشر کہا گیا ہے وہاں قَدْ سے شروع ہے۔ ظاہر ہو گیا کہ وہاں کہا نہیں کہلایا گیا ہے اور یہاں حقیقت کا اظہار پروردگار عالم نے خود فرمایا ہے۔ قرآن کو سمجھنا آسان کام نہیں ہے۔ غور فرمائیے کلام خالق اور ماضی مخلوق۔ کوئی جوڑے کوئی ربط ہے۔ کوئی اصول ہے۔ جب ہم اپنے استاد کی بات اور دنیا کے لوگوں کی بات نہیں سمجھ سکتے تو قرآن تو خالق کائنات کا کلام ہے اس کو کیسے سمجھ سکتے ہیں۔ اجنبی نے کہا۔

پھر قرآن کے سمجھنے کا ذریعہ کیا ہے؟ امیر جماعت نے سوال کیا۔

سنیے قرآن خود ہی اپنی تفسیر فرماتا ہے۔ لہذا جب آیت کریمہ کو سمجھنا ہو تو پہلے خود قرآن سے مطالعہ کیا جائے گا۔ کہ قرآن نے خود کیا فرمایا ہے۔ اگر ہماری تلاش میں تلاش نہ کر سکیں تو آپ پہلے حدیث کو دیکھئے حضور علیہ السلام نے اس مسئلے میں کیا فرمایا ہے اگر نہ اندر نظر آئے وہاں زمین میں بات نہ اتر سکے تو اب مفسرین کے ساتھ دوزخو پڑھ جائیے اور دیکھئے کہ آیت کریمہ کے متعلق صاحب تفسیر

روح البیان کیا فرماتے ہیں۔ صاحب تفسیر خازن نے یہ کہا ہے۔ تفسیر چنناوی میں یہ ہے۔ صاحب تفسیر کبیر کیا فرماتے ہیں۔ وہ امام یہ ہے کہ سند یہ سند اترتے پتلے جانیے۔ منزل مقصد بقینا مل جائے گا۔

آپ کی اتنی لمبی تقریر سے وہ بات ظاہر نہ ہو سکی کہ اقرار بشر اور انکار تثلیث ہیں کیا وجہ ہے۔ امیر نے سوال کیا۔

مطلب صاف ظاہر ہو گیا۔ یعنی ہم حضور کی بشریت کا اقرار کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ تو جس سے ثابت ہے اور تثلیث میں تثلیث کا جو انکار کیا گیا ہے۔ اس پر بھی ہمارا ایمان ہے۔ نہ صرف یہ ہے کہ بشر جو کہا گیا ہے اس کی جنت، سی وجوہات ہیں۔ آخر آپ لوگ بشر دیکھتے ہیں نور کیوں نظر آتا۔ نور والی آیت محکم ہے اور بشر والی متشابہات میں سے ہے۔

اجنبی نے کہا۔

وہ کس طرح۔ میں سمجھا نہیں۔ امیر نے کہا۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے جس کی راوی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ یہ ملاحظہ فرمائیے۔ اجنبی نے کتاب کھولی کر دکھاتے ہوئے کہا۔

امیر صاحب نے پڑھنا شروع کر دیا۔

وَمِنْ عَائِشَةَ قَالَتْ تَلَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ وَآيَاتٌ مُوَضَّعَاتٌ إِلَى
تَايِيدِ كَلِمَةٍ أَوْ لَوَاذِلِبَابٍ. قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
وَسَلَّمَ فَإِذَا كَرَأَيْتَ وَمِنْهُ مُسْتَلِمٌ كَرَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ مَا
نُتَشِرَ مِنْهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ سَخَّرَ اللَّهُ لَهُمْ فَأَخَذَ مِنْهُمْ
مُنْفِقًا عَلَيْهِ. (مسئله باب الاعتصام)

ترجمہ۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی یہ آیتیں پڑھیں **هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ**۔
یعنی اللہ وہ ہے اے محبوب! جس نے آپ پر قرآن نازل کیا۔
اس میں بعض آیتیں محکمات ہیں اور بعض آیتیں متشابہات۔ حضرت
عائشہ کہتی ہیں کہ یہ آیت پڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما
جب تو دیکھے اور علم کی روایت میں ہے جب تم دیکھو کہ لوگ متشابہات
کے پیچھے پڑے ہیں (متشابہ آیتیں وہ ہیں جس کے معنی صرف خدا کو
معلوم ہیں) پس (سمجھو) تو کہ وہ (مطلوبہ) ہیں جن کا نام خدا نے
(مگر وہ یا تجرؤ) رکھا ہے۔ پس ان لوگوں سے بچنے رہو۔ (بخاری و مسلم)
لیکن اس میں یہ کہاں ہے کہ بشر والی آیت متشابہ ہے۔ (امیر نے
زور دار الفاظ میں کہا۔)

آپ کو مقدمہ ملدی کیوں ہے۔ ذرا صبر کیجیے۔

اچھا! عرض کیے۔ (امیر نے کہا۔)

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

نے فرمایا ہے کہ قرآن میں آیات متشابہات وہ آیات کہیں ہیں جن سے
اہل زینہ و دھواہ فرقوں (کو حضور علیہ السلام کے مرتبے کی کمی کا گمان نہ ہو
سے جیسے وَتَجِدُ لِكُلِّ شَأْنٍ آيَةً اور اَلَمْ نَأْتِ بِشُرْحِ
مُتَشَابِهٍ شَيْخ کی عبارت سے مطلب بالکل واضح ہو گیا۔
اجنبی نے گرجا آواز میں کہا۔

تو آپ کا مقصد یہ ہے کہ حضور کو بشر کہہ کر ہم لوگوں کو نہیں پکارنا
چاہیے۔ مالا لکہ بشر تو آپ بھی مان رہے ہیں۔ (امیر نے کہا۔)
اس سے ہم کو کب انکار ہے۔ اختلاف تو صرف اپنے جیسا
بشر ہونے پر ہے۔ یہی وہ خطرناک راستہ ہے جس سے گمراہی کے
دروازے کھلتے ہیں۔ یہ المحدث۔ اہل قرآن۔ اسی عقیدے کا قیصر
ہیں۔ (اجنبی نے کہا۔)

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی۔ جب حضور علیہ السلام بشر ہیں تو ان کو
بشر اور بھائی نفس بشریت کی وجہ سے کہا بھی نہ جائے۔
(امیر نے کہا۔)

پھر وہی بات۔ آخر تو یہی تو فرمایا گیا ہے۔ تو آپ کیوں نہیں
کہتے۔ بشر ہیں۔ مگر ہم جیسے بشر نہیں ہیں۔ آپ قرآن شریف میں
دیکھئے کہ جہاں جہاں دوسرے پیغمبروں کو عید کہا گیا ہے وہاں ان کا
نام ضرور لیا گیا ہے۔ مگر جہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عید
فرمایا گیا۔ وہاں نام کی وضاحت نہیں ہے اور یہ کوئی اتفاقی بات نہیں

ہے بلکہ کئی مقامات پر اس نام کا رواج پر در نظر آ رہا ہے۔ اجنبی نے کہا۔

مثلاً۔ امیر نے سوال کیا۔

قرآن شریف میں آیا ہے۔ **وَ اذْكُرْ عِبَادَكَ نَارِ اَبْرٰهِيْمَ**
وَ اِسْحٰقَ وَ كَيْفُوْبَ

دوسری جگہ آیا ہے۔ **كِهٰلِ عَصٰی** ہ **فِرْكَسَ سَرٰحِمَہ**
سَرٰہٰكَ عَقِبَہ ہ **فِرْكَسَ يَدَہ**

ترجمہ :- یہ مذکور ہے میرے رب کی اس رحمت کا جو اس نے اپنے بندہ کو دیا ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں پیغمبروں کو عید کہا گیا ہے۔ مگر کون سے عید کا تذکرہ ہے۔ اس کی وضاحت موجود ہے۔ مگر قرآن باریہ کلام الہی کے الفاظ بیان کے کہ جب محبوب علیہ السلام کی باری آئی تو عید کہہ کر نام کی وضاحت نہیں کی گئی۔

ثبوت کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی عِبْدَہٗ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ
اِلٰی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیْہِہٖ
اٰیٰتِنَا ۚ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ

ترجمہ :- ۱۔ بڑی ہے اسے جو اپنے بندے کو راتوں رات لے گیا۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک۔ جس کے گرد دائرہ ہم نے برکت

کی کہ ہم اسے اپنی عظیم نشانیاں دکھائیں۔ بیشک دوستانہ اور دلچسپ دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔

وَ اَفْحٰسَ اِلٰی عَقِبِہٖ مَا اَفْحٰسَ
اب وہی فرمائی اپنے بندے کو جو وہی فرمائی۔
میسر ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

تَبٰرَکَ الَّذِیْ فَرَضَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عِبْدِہٖ لَیْلًا
لِلْمَلٰئِکِیْنِ نَزَلَ یُرٰی

بڑی برکت والا ہے وہ جس نے انہما قرآن اپنے مجاہد پر جو سارے جہان کو ڈرست کرنے والا ہے۔

مولانا آپ سلام الہی کا تئیر ملاحظہ فرمائیے کہ جب اور پیغمبر و سچے عید کہا گیا تو نام کی وضاحت کر دی گئی۔ اور جب محبوب کی باری آئی تو صرف عید کہہ کر بات آگے چل پڑی ہے۔

گویا دعائے کلام یہ ہے کہ اے میرے بندو تم اچھی طرح سمجھ لو کہ عید تو ————— موسیٰ علیہ السلام

عیسیٰ علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام اور یعقوب علیہ السلام بھی ہیں۔ اور میرے پیارے محبوب بھی عید ہیں۔ مگر اور پیغمبروں کی عید بیت اور محبوب علیہ السلام کی عید بیت میں اتنا عظیم الشان فرق ہے کہ تمہاری عقل کی رسائی اس منزل تک ناممکن ہے۔

اجنبی نے اپنی لمبی تقریر ختم کر کے امیر صاحب سے اس پر

تبصرہ کرنے کا اشارہ کیا۔ مگر امیر صاحب حیرت سے اجنبی کا منہ تک رہے تھے۔

آپ بولتے کیوں نہیں۔

جی کیا فرمایا آپ نے۔ امیر نے کہا۔

کیا آپ سو رہے تھے۔ اجنبی نے سوال کیا۔

نہیں تو۔ میں آپ کی گفتگو سن کر حیران ہوں۔ آج سے قبل اتنی روح پرور باتیں میں نے اپنی جماعت کے کسی فرد سے نہیں سنی تھیں۔

امیر نے چونک کر کہا۔

یقین مانیے، یہ تبلیغی جماعت عبداللہ ابن ابی۔ ذوالخویصرہ ابن تمیمہ نیز عبدالوہاب نجدی کے عقائد کی تبلیغ کر رہی ہے۔ اجنبی نے کہا۔

میں سمجھ گیا۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔ آج میری آنکھیں کھل گئی ہیں۔ اب انصار اللہ میں اس مردود پارٹی کا ساتھ چھوڑ کر اپنی باقی زندگی یاد خدا میں بالکل تنہائی میں گزار دوں گا۔ امیر نے کہا۔ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک کے مدد سے میں آپ کو استقامت فی الدین عطا فرمائے۔ اجنبی نے کہا۔

حاضرین نے آئینہ کمی۔

آپ کا اتم شریف کیا ہے۔ امیر نے پوچھا۔

مجھے فاروقی کہتے ہیں۔ اجنبی نے کہا۔

آپ نے کہاں تعلیم حاصل کی۔ امیر نے پوچھا۔

جی باقاعدہ درس نظامیہ کا کورس میں نے نہیں پڑھا۔ بس اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اور اس کے پیارے محبوب علیہ السلام کی نگاہ رحمت شامل حال ہے۔ ویسے ساری زندگی علمائے اہلسنت کی تعلیم ضرور سیکھی کی میں اور علامہ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے خاندان کا فیض ہے۔ فاروقی نے کہا۔

میں تو ابھی تک ان کی علامہری پوزیشن دیکھ کر دھوکا کھانا رہا آج سب لوگوں کے سامنے اس وہابی مذہب پر لعنت بھیجتا ہوں اور بچے دل سے سستی مذہب پر قائم رہنے کا وعدہ کرتا ہوں علامہ حضرت زندہ باد۔ اے شاہنشاہ عشق پابند باد۔ فاروقی نے زوردار نعرے لگائے جس سے سارا محلہ گونج اٹھا۔



مختار النبی صاحب آپ بھی چل رہے ہیں نا۔ ایک نوجوان نے مسکرا کر پوچھا۔ ہاں ہاں ضرور انشاء اللہ۔ مختار النبی نے جواب دیا۔

شام کو تشریف لائے تو پروگرام معلوم ہو جائے گا۔
 اچھی بات ہے، ضرور حاضر ہواں گا۔ مختار البنی نے کہا۔
 نوجوان بات ختم کر کے پلٹے گا تو مختار البنی نے کہا۔ ارے
 بھائی جمیل صاحب ذرا اسنیے۔
 فرمائیے۔ جمیل نے کہا۔
 یہ تو بتائیے کہ اس مرتبہ کتنے دن کا سفر ہوگا۔ مختار البنی نے
 پوچھا۔

نایا صرف ایک ہفتہ لگے گا۔ جمیل نے کہا۔
 پھر تو کوئی بات نہیں ہے۔
 کیوں اس مرتبہ آپ نے وقت کیوں دریافت فرمایا۔ جمیل نے
 پوچھا۔

بات یہ ہے کہ یکم صاحبہ کچھ علیل ہیں۔ مختار البنی نے کہا۔
 کوئی بات نہیں۔ میں اپنے گھر میں کہہ جاؤں گا۔ وہ کبھی کبھی
 عرصت معلوم کر لیا کریں گی۔ جمیل نے کہا۔

ارے یہ تو ٹھیک ہے، مگر۔
 مگر کیا؟ جمیل نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔
 ذرا آجکل خنزیر کی کچھ شگئی ہو گئی ہے۔ اور پھر دو اعلا بھی
 تو ہے۔

یہی سب باتیں ہیں جن کو سوزج کر طبیعت پر لٹائی ہو جاتی ہے

مختار البنی نے غمزہ بھری نظر میں کہا۔
 آپ نے بھی نوبت کی۔ ارے پہلے ہی بتایا ہوتا۔ خنزیر کی
 آپ فکر نہ کریں۔ جمیل نے کہا۔
 کیوں۔ مختار البنی نے سوال کیا۔
 آخر ہماری جماعت کی نقل و حرکت کے متعلق جو یہ خبر مشہور
 ہے کہ سعودی عرب کا۔ یال۔ امریکہ جبرائیل کا ڈاکٹر کھٹک رہا ہے
 وہ کو مصر جانے لگا۔

جمیل نے کہا۔
 کیا مطلب! مختار البنی نے کہا۔
 مطلب صاف ہے۔ آپ کی ضرورت بھی اسی روپے سے پوری کی
 جائے گی۔ جمیل نے کہا۔

خیر یہ تو مونا سی یا سی ہے۔ آخر ہم لوگ جماعت ہی کے کام سے
 تو چلتے ہیں۔ مختار البنی نے کہا۔

بالکل۔ بلین انشاء اللہ آپ کی طرف امیر جماعت کو تو پر دلاؤں
 گا۔ جمیل نے کہا۔

ارے جمیل بھائی! ایک بات اور بتائیے۔ مختار البنی نے کہا۔
 وہ کیا! جمیل نے تجسس آمیز انداز سے پوچھا۔

فروری ۱۹۶۸ء کی آخری تاریخوں میں کلکتہ سے ۳۰ میل کے
 فاصلہ پر تبرجاری جماعت کا عالمی اجتماع ہوا تھا۔ اس میں آپ گئے

تھے۔ مختار البنی نے سوال کیا۔
 کیا نام ہے اس جگہ کا۔ جمیل نے ٹوپی اتار کر سر کھجلائے ہوئے
 پوچھا۔
 کچھ اچھا ہی نام ہے۔ ذہن پر زور دیتے ہوئے ہاں اں
 یاد آگیا۔

منگراہٹ اس جگہ کا نام ہے۔ مختار البنی نے کہا۔
 میں وہاں نہیں جا سکا تھا۔ البتہ اس سے قبل لاکھوں کے اجتماع
 میں شریک ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ جمیل نے کہا۔
 منگراہٹ کی خیر انتہائی وحشت ناک ہے۔
 وہ کیا؟ جمیل نے گھبرا کر پوچھا۔
 وہ یہ کہ وہاں کے مسلمانوں نے اس مرتبہ ہماری تبلیغی جماعت کا
 مکمل بائیکاٹ کیا۔ حالانکہ اس سے قبل وہاں ایک اجتماع ہو چکا ہے
 مختار البنی نے کہا۔

اوتھہ ہوگا۔ اس سے کیا اثر پڑتا ہے۔ یہ تو لگا ہی رہتا ہے
 ہم کو بایوس نہیں ہونا چاہیے۔ جمیل نے کہا۔
 لیکن افسوس تو نہر حال ہے۔ کاش! وہاں کے لوگ مخالفت
 نہ کرتے تو بس پالا مار لیا تھا۔ کیونکہ اخبارات شائد ہیں کہ بھارت
 کی تمام ریاستوں اور بیرونی ممالک سے تقریباً ساٹھ ہزار افراد
 اس اجتماع میں شریک ہوئے تھے۔ مختار البنی نے کہا۔

شاید چھ مہینے ہیں یہ چوتھا عالمی اجتماع تھا۔ جمیل نے ذہن پر
 زور دیکر کہا۔

جی ہاں! جی جمیل اگر مجھ سے پوچھو تو میری رائے یہ ہے
 کہ اس قدر جلد جلد عالمی اجتماع نہیں ہونا چاہیے۔ مختار البنی نے بازو
 تمام کر کہا۔
 کیوں! آخر اس میں کیا خرابی ہے۔

جمیل نے پوچھا۔
 مساذ اللہ خرابی تو کچھ نہیں ہے۔ مگر پہلی جماعت کا غیر حاکم
 سے جو ساز باز ہے۔ امداد کے مسئلے میں اس کا بھانڈا پھوٹ جاتا
 ہے۔ مختار البنی نے کہا۔
 وہ کس طرح۔ جمیل نے سوال کیا۔

تم جانتے ہو کہ آجکل بھارت میں مسلمانوں کی اقتصادی و معاشی
 حالت کتنی خراب ہے اور فکر کی بات یہ ہے کہ اس میں برابر تیزی
 ہو رہی ہے۔ حالات سدھرنے کو نہیں آ رہے۔
 مختار البنی نے کہا۔

مگر اس سے ہمارے اجتماعات پر کیا اثر پڑے گا۔ جمیل نے تکریر
 لہجہ میں پوچھا۔

جی ابھی آپ کم عمر ہیں۔ آپ بات کی تہ کو نہیں سمجھ سکتے۔ جمیل
 کہنا یہ ہے کہ ایسی حالت میں ہماری جماعت پر یہ خبر یقین کی کیل ٹھیک

دینی ہے۔ مذہبی جماعت کی نظریاتی کے پیچھے بغیر مالہ کا ڈالر گنتہ کا
ہے۔ مختار العینی نے کہا۔

مگر اس قسم کی کوئی چیز ابھی اخبارات نے پیش نہیں کی۔ نہ کوئی ایسا
شکستہ ناسر کر سکا۔ جمیل نے کہا۔

یہ کیا ضروری ہے کہ دنیا بھر کے اخبارات رسائل آپ کی نظر سے
گذر جائیں۔ آپ کو شاید معلوم نہ ہو۔ مگر آج میں لیجئے۔ کلکتہ سے ایک
رسالہ بام نور کل رہا ہے جسکا ایڈیٹر پکا بریلوی ہے۔ اس نے تمام
مخالفت جماعتوں کا انتہائی خطہ ناگ انگار میں رت و شریعہ کر دکھا ہے
اپریل ۱۹۶۷ء کے پرچے میں اس نے ہماری جماعت کا نقاب بڑی
طرح اٹھ دیا ہے۔ مختار العینی نے اسنو ناگ لہجہ میں کہا۔

کیا نام ہے اس کے ایڈیٹر کا۔

ارشاد القادری۔ مختار العینی نے کہا۔

ارشاد القادری ! ارے وہ جو نیر مطلق یوت محل (مباراشتر)
کے مناظرے میں آیا تھا۔ جمیل نے چونک کر کہا۔

ہاں ہاں ! وہی نام آؤی ہے۔ دیکھئے میں چھوٹی سی کھوپڑی
مگر بلا کا نو بین اور قلم کا وطنی ہے۔ مختار العینی نے کہا۔

اوئے ! وہ تو بالکل یوں ہی معلوم ہوتا ہے۔ جمیل نے برا سامنے
بٹا کر کہا۔

جمیل میاں ! خالی زبان سے باتیں نہ لینا اور بات سے اب

دنیا بہت نفرتی کر چکی ہے۔ وہ اندھی نہیں ہے اس کے قلم کی فکری کا
بڑے بڑے سوراخوں کا مان رہے ہیں۔ اس نے جماعت اسلامی نام کی
ایک کتاب لکھی ہے جسکے بارے میں معتبر ذرائع سے معلوم ہے کہ جماعت
اسلامی کے ایک بڑے ذمہ دار شخص نے یہ کہا ہے کہ بھارت اور پاکستان
میں جماعت اسلامی کے خلاف جتنا لٹریچر ملتا ہے۔ ان میں سب سے
سنجیدہ کتاب ارشد القادری نے لکھی ہے۔

مختار نے کہا۔
آپ نے تو اس کی تعریف کے پل باندھ دیئے۔ جمیل نے منہ
ٹیرا کر کے کہا۔

جمیل بھائی ! تعریف کے پل نہیں باندھ رہا ہوں۔ حقیقت کا اظہار
کر رہا ہوں۔ قلم کا فن اور چیز ہے۔ پیکر بازی اور چیز ہے۔ آپ
دیکھتے نہیں۔ کامیور میں جو اخبار دیوبندی جماعت کے ایک فرد نے نکالا ہے
اس میں سوائے پیکر بازی کے اور کیا ہے خود دیوبندی جماعت اور دوسری
سنجیدہ جماعتیں اس سے بہتر ہیں۔ جو کچھ وہ اعتراضات بریلوی حضرات
پر کرتا ہے اس کا جواب ارشد القادری اس انداز سے دیتے ہیں کہ انکو اسنا
کڑا ہلکے بالے کی طرح تاتار مار کر رہ جاتے ہیں۔ بلکہ جوابات اسقدر مضبوط
اور شاندار اسقدر محکم ہوتا ہے کہ خود دیوبندی جماعت کے لوگوں کو سپینہ
آجاتا ہو گا۔

کوئی تازہ مثال پیش کیجئے۔ جمیل نے سوال کیا۔

ہیں۔ مختار البنی نے سوال کیا۔

ہاں! یہ بات تو ہے۔ جمیل نے کہا۔

ایک نئی مصیبت نوا اور آنے والی ہے۔ مختار البنی نے کہا۔

وہ کیا۔ جمیل نے پوچھا۔

میں نے سنا ہے کہ ارشد القادری کے قلم سے کچھ ہوئے معلوم ہو کر "تغزیرات قلم" کے عنوان سے جام نور میں چھپ چکے ہیں۔

ان کو چھپائی چھپائی کتابوں میں منتقل کرنے پر غور ہو رہا ہے۔

یہ تو برا ہو گا۔ رسالہ تغزیر یہ تھا کہ آیا اور پانا ہو گیا۔ ہر وقت

کون دیکھتا ہے۔ مگر منتقل طور پر کتاب تو مضرت ثابت ہو گی۔

مگر خیر دیکھا جائے گا۔ مختار البنی نے کہا۔

یہ تو بتائیے کہ کون شائع کر رہا ہے۔ جمیل نے پوچھا۔

وہ کانپور میں "جیلانی کتب خانہ" ہے نا۔ جبریل یوسف مسک کی

کتابوں کی اشاعت کرتا ہے۔ اسی کے مستم محمد سعید نے ارشد القادری

سے اس پر تبادلہ خیال کیا ہے اور سنا ہے اجازت نامہ مل گیا

ہے۔ مختار البنی نے کہا۔

خیر دیکھا جائے گا۔ اچھا بھائی بہت وقت ہو گیا ہے

اب اجازت دیجئے۔ جمیل نے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر کہا۔

اچھا خدا حافظ۔

آپ میرا انتظار کیجئے گا۔ میں شام کو سات بجے آپ کے

دولت خانہ پر پہنچنے کی کوشش کروں گا۔ مختار البنی نے کہا۔

انٹہ ملا کر اچھا اچھا۔ جمیل نے چلتے ہوئے اشارہ کیا اور روانہ

ہو گیا۔

دن گزرنے کو ہے مختار البنی، جمیل کے گھر جانے کی تیاری

ہی مصروف ہیں۔

بنگم —! میں ذرا جمیل کے یہاں جا رہا ہوں۔ ایک گھنٹہ

میں واپسی ہو گی۔ مختار البنی نے بیگم کی طرف دیکھ کر کہا۔

اور جلد ہی واپس آنے کی کوشش کیجئے گا۔ بیگم نے کہا۔

انشاء اللہ۔

جمیل کے دروازے پر پہنچ کر۔ جمیل صاحب!

کون صاحب۔ اندر سے آواز آئی۔

مجھے مختار البنی کہتے ہیں۔

اچھا! ابھی آیا۔ اندر سے آواز آئی۔

باہر نکل کر۔

السَّلَامُ عَلَيْكُمْ

وَعَلَيْكُمْ السَّلَامُ۔ مختار البنی نے جواب دیا۔

تشریف رکھیے۔ جمیل نے کرسی بڑھاتے ہوئے کہا۔

اں جلدی سنا ہے کیا پروگرام ہے۔

مختار البنی نے پوچھا۔

پرسوں صبح کی ٹرین سے چلنا ہے۔ جیب سے دس دس کے پانچ نوٹ نکال کر یہ لو اپنی والٹ کو دے دینا۔ سارا کام چلتا رہے گا۔ پھر واپسی پر دیکھا جائے گا۔ جیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

مختار البنی نے نوٹوں کو جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

ایک خوشخبری سناؤں۔ جیل نے آنکھ مار کر کہا۔

ضرور ضرور۔ مختار البنی نے جواب دیا۔

وہ لڑکے نئی عمر کے آج ہی جماعت میں شامل ہوئے ہیں۔

وہ بھی پرسوں ساتھ ہی چل رہے ہیں۔ جیل نے مسکراتے ہوئے کہا۔

بہت خوب۔ جب تو بڑا مڑا آئے گا۔

اب آپ بالکل تیار ہیں نا۔ جیل نے پوچھا۔

جی ہاں۔ میں تو تیار تھا ہی۔ اب پوری طرح سکون مل گیا ہے۔

جیل جانی۔ ایک خبر تازہ سننے میں آئی ہے۔

مختار البنی نے نگاہیں ملا کر کہا۔

وہ کیا۔ جیل نے پوچھا۔

ہماری تبلیغی جماعت کا ایک بہت بڑا اختراع صوبہ بہار کے ایک مقام "بتیا" میں ہوا تھا۔ اس کے متعلق یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ تبلیغی جماعت کے کھانے پینے کا انتظام بہت سہی اور مہیا سجائی لوگوں نے کیا تھا۔

مختار البنی نے فکر یہ انداز میں کہا۔

کون کہتا ہے۔ یہ بات تو مدت خانے کی معلوم ہوتی ہے۔ جیل نے کہا۔

جیل! تم کس قدر نادان ہو۔ پوری بات تم سننا ہی نہیں چاہتے۔ مختار البنی نے کہا۔

نہیں نہیں سنا ہے۔ میں ضرور سنوں گا۔ بھئی بات یہ ہے کہ میری طبیعت ذرا جلد باز واقع ہوئی ہے۔ کوئی خیال نہ کیا کیجئے۔ جیل نے مسکرا کر کہا۔

یہ ٹھیک ہے۔ مگر بعض وقت اس عادت سے نقصان پہنچ سکتا ہے۔

خیر چھوڑ جائے۔ اب بات پوری کیجئے۔ جیل نے سوال کیا۔

یہ خبر کا پیور کے ایک دیوبندی اخبار نے چھاپی ہے۔

ہائیں۔ دیوبندی اخبار نے۔ جیل نے چرچہ کر کہا۔

وہی تو نہیں جس کے متعلق آپ نے بتایا تھا۔ کہ پھل پڑی کے سوا اس اخبار میں کچھ نہیں ہے۔ جیل نے دوبارہ سوال کیا۔

ہاں ہاں وہی !
کیا لکھا ہے اس نے سنائیے۔ اگر یاد ہو۔ جمیل نے سوال کیا۔

یاد کون کرتا۔ یہ رسالہ عام نور آیا ہے۔ یہ دیکھو اس نے ہماری تبلیغی جماعت کا ستیا ناس کر دیا ہے۔ مختار البنی نے رسالہ عام نور دکھانے ہوئے کہا۔

مگر اس کی تمام نرزداری تو پہلے دیوبندی اخبار پر عاید ہوتی ہے کہ اس نے اس قسم کی بیوقوفی کر کے شئی اخبارات و رسائل کو مواد کیوں فراہم کیا۔

جمیل نے زور دار الفاظ میں کہا۔
شائش ! آج تم نے معقول بات کہی ہے۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے جو اس وقت تم نے کہا ہے۔

آخر ان بے وقوف دیوبندیوں کو ہو گیا گیا ہے۔ نہ خود کام کرتے ہیں۔ نہ کرنے دیتے ہیں۔ بلکہ ایسی حرکت کرتے ہیں جس سے ہماری ہی راہ میں روڑا لگ جاتا ہے۔ جمیل نے برا سامنہ بنا کر کہا۔

کیا بتائیں۔ بات یہ ہے کہ نجدی تالاب کے چند تربیت یافتہ کچھ لفظ اور بھی تو ہیں جو اس کا ساتھ دے رہے ہیں۔ مختار البنی نے کہا۔

شس ان لوگوں کو عقل آجاتی۔ ہم لوگوں کی جماعت کو نقصان پہنچانے کے ساتھ ساتھ فنِ صحافت کو بھی بدم کر رہے ہیں۔
جمیل نے کہا۔

ہاں بات تو صحیح ہے۔ آج تم نے بہت معقول جوابات دیئے ہیں۔ مختار البنی نے جمیل کی پیٹھ ٹھٹھکتے ہوئے کہا۔
وہ عبارت تو پڑھ لیئے۔ جو دیوبندی اخبار نے لکھی ہے۔
جمیل نے پھر سوال کیا۔

خبر سے پہلے مولانا ارشد الفادری کے الفاظ ملاحظہ فرمائیے۔
گھر کے ناخبر کار بعبیدی نے پہلی بار اس راز کا افشاء کیا ہے کہ (یقیناً) میں تبلیغی جماعت کا جو اجتماع ہوا تھا اس کا سارا انتظام جن شخص اور مہاسبحانی ہندوؤں نے کیا تھا۔
جام نور کلکتہ اپریل ۱۹۶۸ء

خبر کا اصل متن یہ ہے۔
منتظی کون تھے؟ غیر مسلم! ذہنیت جن شخص اور مہاسبحانی تھا اور جن کے لئے انتظام کیا جا رہا تھا وہ کون تھے؟ مسلمان!

پیام ملت ۱۵ فروری ۱۹۶۸ء

اس کے بعد ارشد الفادری نے لکھا ہے کہ
دوسرے پیرا گراف میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جن شخصوں

کے گہرے تعلق اور پراسرار وابستگی کا نقشہ ان لفظوں میں کھینچا گیا ہے
 "کوئی مورچیل نے گر ہوا کر نے دوڑا اور کوئی وضو کے
 لئے حوض کو تیار کروا رہا ہے۔ راشن کی دکانیں ٹنکر
 کی دافر مقدار اور کھانے کا اعلیٰ انتظام کرنے میں ایک
 دوسرے پر بازی لئے جا رہے ہیں۔ اور اس کوشش
 میں ہے کہ ان "رشیوں" منیوں" کو جنہوں نے
 اپنا گھر بار چھوڑ کر ویرانہ دار کو آباد کیا ہے۔ دنیا کے
 ہر لے آخرت کی تیاری کے لئے فوراً خود کو وقف کر
 دیا ہے۔ کوئی تکلیف نہ ہو۔

اور بجز سون سان (تاوان ایڈیٹر کو سنا کا
 اظہار بھی معلوم نہیں ہے) بے آب و گیاہ میدان میں
 ضروریات زندگی کی ہر وہ چیز بڑی تعداد میں موجود ہے
 جس کی کسی وقت بھی ضرورت ہو سکتی ہو۔

پیام ملت کا پورہ ۱۵ فروری ۱۹۶۷ء

نوٹ :- ان حوالوں کو جو غلط ثابت کر دے اسے
 دس ہزار روپے بطور انعام دیئے جائیں گے
 (ایڈیٹر جام نور)

یہ ہے روح فرسا خبر جس نے ہماری تبلیغی جماعت کا سارا
 ہضم کھول دیا ہے۔ مختار النبی نے افسوس تک لہجہ میں کہا۔

بات تو حقیقت آمیز ہے۔
 میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ ان خبروں کو شائع کرتے وقت ان
 ایڈیٹر صاحب کا دماغ کہاں پلگا گیا تھا۔
 خیر چھوڑیے۔ اب ضروری کام کر رہے ہیں۔ اجازت چاہوں گا
 جمیل نے کہا۔
 اچھا میں چل رہا ہوں۔ مجھے خود بھی بلدی تھی۔ مگر یہ بائیں بھی
 کرنا ضروری تھیں۔
 علیک سلیک کر کے مختار النبی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

مختار النبی آج جماعت کے ساتھ باہر دورے پر جانے کے
 لئے سامان سفر باندھ رہے ہیں۔ بیوی بھی ہاتھ بٹا رہی ہے۔ چند
 نصیحتیں کر کے مختار النبی نے خدا حافظ کہا۔ اور اپنے امیر جماعت
 کے دولت خانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں پہنچے تو تمام لوگ انہیں
 کا انتظار کر رہے تھے۔ سب لوگ کھڑے ہو گئے اور اسٹیشن
 پر جانے کے لئے رکشوں کا انتظام ہونے لگا۔ جماعت کے تمام
 افراد اب اسٹیشن پر براجمان ہیں۔ کھڑی آئی تو سب لوگ ایک
 ڈبہ میں سوار ہو گئے۔ مین پوری اسٹیشن پر اتر گئے۔ وہاں سے
 بسٹی میں پیدل ہی چلنے کی تیاری ہوئی اور غراماں غراماں یہ قافلہ آبادی

کی طرف بڑھنے لگا۔

قیام گاہ پر پہنچ کر سب لوگوں نے اطمینان کا سانس لیا۔ مقامی جماعت والوں نے آکر مبارکباد پیش کی۔

اب روزانہ جماعتی سرگرمیاں ترقی پیر ہیں۔ خوب خوب تقریریں ہوئیں۔ آج ایک محلہ کی مسجد میں پڑاؤ ڈالا گیا ہے۔ جماعت کے سب لوگ مسجد میں رونق افروز ہیں۔ محرم کا مہینہ چل رہا ہے۔ کوئی بیٹھا ہے کوئی لیٹا ہے۔ چند لوگوں کے ساتھ امیر جماعت باتیں کرتے ہیں مشغول ہیں۔ اتنے میں ایک صاحب ہاتھ میں کچھ لے ہوئے دروازے کے اندر داخل ہوئے اور زور سے کہا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّم۔ جماعت والوں نے جواب دیا۔

امیر کے قریب آکر لیجئے یہ اپنے برتن میں منتقل کر دالیجئے آنے والے نے کہا۔

امیر نے برتن کھولی کر دیکھا۔ تو اس میں محرم کے مہینہ کی خاص چیز جس کو کچھڑ کہتے ہیں وافر مقدار میں موجود تھا۔ بوٹیاں بھی کافی نظر آرہی تھیں۔ امیر جماعت کے منہ میں پانی بھرا لیا۔

مَاشَاءَ اللّٰہ! آپ نے بڑی رحمت فرمائی۔ امیر جماعت نے آنے والے کی طرف دیکھ کر کہا۔

نہیں ہمیں رحمت کی بات کیا ہے۔ آپ ہمارے محلہ کی مسجد میں

تشریف فرما ہیں۔ ہمارے نزدیک آپ مہمان کی حیثیت سے ہیں اور مہانوں کی خاطر تواضع کرنا ایک مسلمان کا اخلاقی فرض ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہانوں کی خاطر تواضع کو بہت پسندیدہ نظروں سے دیکھتے تھے۔ اجنبی نے افلاک پر زور دے کر کہا۔

بے شک بے شک۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ امیر نے جواب دیا۔

آپ کا اسم گرامی کیا ہے۔ امیر نے پوچھا۔ مجھے نبی بخش کہتے ہیں۔

لیجئے جمیل بھائی یہ کچھڑ اپنے برتنوں میں منتقل کر لیجئے۔ اور آپ کا برتن آپ کے حوالے کر دیجئے۔ امیر نے اپنے ایک ساتھی کی طرف دیکھ کر کہا۔

آگے بڑھ کے لائیے۔ جمیل نے کہا۔ کچھڑے کا خالی برتن نبی بخش کی طرف بڑھاتے ہوئے۔ لیجئے جَنِّ اللّٰہ جمیل نے مسکرا کر کہا۔

آنے والا اپنے برتن لے کر ایک دوہین ہو گیا۔ امیر جماعت فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور ہاتھ دھوئے ہوئے۔

لاؤ بھئی بلدی سے یہ سب ابھی کمالیا جائے۔ سب لوگ آجائیں۔

سب لوگ ہاتھ دھو کر امیر کا روالے کے گرد جمع ہو گئے
مگر ایک صاحب نہیں آئے۔

ارے مختار البنی صاحب تشریف لائیے آپ کیوں وہاں
بیٹھے ہوئے ہیں۔ امیر جماعت نے کہا۔

ارے مختار بھائی! آئیے آئیے۔ میں نے تو دیکھا ہی
نہیں۔ آپ وہیں بیٹھے رہ گئے۔ جمیل نے زور دار الفاظ سے
مخاطب کیا۔

اپنی جگہ سے کیا آپ مجھ کو مسجد میں سونہ کھانا چاہتے ہیں
مختار البنی نے کہا۔

ذرا دھیرے بولئیے مختار بھائی!

کیوں اس میں کیا ہے؟ مختار البنی نے جواب دیا۔

کوئی ادھر ادھر سے لے گا۔ تو آفت آ جائے گی۔ رہنا
دشوار ہو جائے گا۔ امیر نے کہا۔

کیوں آپ ایسا کام کرتے ہیں۔ کچھ لینے کی ضرورت ہی کب تھی۔
تعب کی بات یہ ہے۔ کہ آپ پڑھ لکھتے ہو کہ بھی اس قسم کی

بہالت میں مبتلا ہیں۔ ہمارے مختلف اکابرین اپنی کتابوں میں مانتو
نیاز کے کھانے کو حرام و ناجائز بنا چکے ہیں۔ بلکہ فاتحہ کرنا ہی پوجا
پاٹ کے مثل ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ ہو تو مولانا مودودی کی

کتاب پڑھ لیجئے۔ تیز مولانا خانوی کی کتابیں بھی اس کو کھلا ہوا
ایموت ہیں۔ مختار البنی نے بگڑ کر کہا۔

مختار میاں! اگر تبلیغ کرنا ہے تو موقع بہ موقع یہ سب کرنا ہی
ہوگا۔ ورنہ عوام بے پروا جائیں گے۔ اس قسم کی باتیں نہ کیجئے۔
امیر نے پاس آ کر کہا۔

غیر آپ لوگ کھائیں۔ میں جان بوجھ کر مسجد میں سونہ نہیں
کھاؤں گا۔ مختار البنی نے جواب دیا۔

امیر صاحب کو بڑی بے چینی تھی۔ جلدی سے گئے اور کھانا
شروع کر دیا۔ تمام جماعت والوں نے بھی اپنے امیر کا ساتھ دیا۔
ذرا دیر میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کی فاتحہ کا کچھڑا بجادی
سوداگروں کے پیٹ کی تندر ہو گیا۔

جمیل میاں! ذرا وہ پیچھے کھڑا اٹھا لانا۔ امیر نے کھانا
میں لے کر کہا۔

پیچھے کھڑا پیش کرتے ہوئے بیجئے۔ حاضر ہے۔

نئے کوئیک ٹیکٹر امیر صاحب نے گودا نکالا اور چپٹ
کر گئے۔ اور ایک زرد دار ٹوکھا لینے ہوئے کہا۔ الحمد للہ۔

ذرا پانی پلٹا جائی۔ امیر نے جمیل کی طرف دیکھ کر کہہ

یہ لیجئے۔ جمیل نے محاسن بڑھاتے ہوئے کہا۔
گناہ لہذا کچھرا۔ ایک تبیینی نے کہا۔
لوٹیاں بھی بڑی ذائقہ دار نہیں۔ دوسرا بولا۔
مختار البنی صاحب تو فتویٰ بازی ہی میں رہ گئے۔
پہلا تبیینی بولا۔

ارے جانے دیجئے۔ یا محل ہیں۔ ابھی یہ کیا بائیں کہ اپنا
ذہب کیسے پھیلانا چاہیے۔ کانپور کی مثال ہمارے سامنے ہے
وہاں ہمارے بڑے پیشوا جب درس دیا کرتے تھے تو شروع
زمانے میں وہ میلاد کی محفلوں میں جاتے اور کھڑے ہو کر سلام
پڑھتے تھے اور جیسے جیسے لوگ قریب آنے لگے ان کو صرام و عین
کی صحیح تعریف بنا کر اس کام سے نفرت دلاتے گئے۔ یوں زمین
ہموار کی جاتی ہے۔ یہ تھوڑی کہ ایک دم کھل کر سامنے آجائیں۔
دوسرا تبیینی بولا۔

یہ مختار البنی قابل بہت بنتے ہیں۔ مگر پچ پوچھو تو ابھی تبیینی
کی مت سے بھی واقف نہیں ہیں۔ پہلا تبیینی بولا۔
یا محل پچ فرمایا آپ نے۔ دوسرا بولا۔

ارے بڑی غیریت یہ ہوئی کہ اس گفتگو کے وقت وہ نے
لوندے جو سافد آئے ہیں۔ وہ نہیں تھے۔ وہ تو کیے امیر حاکم
کی بات ختم ہونے پر وہ لوگ مسجد میں داخل ہوئے۔ درہ غنیمت

ہو جاتا۔ وہ نے لڑکے فوراً بھڑک جاتے۔ پہلا بولا۔
ہاں مجھے تو اسکا دھیان ہی نہیں رہا۔ دوسرا بولا۔
ابھی یہ گفتگو چلی ہی رہی تھی کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور
اس نے زور دار الفاظ میں یا رسول اللہ کا نعرہ لگایا۔
سارے تبیینی چونک پڑے۔ دیکھا تو ایک مؤذن آدھی ڈنڈا
ہاتھ میں لئے اندر کھڑا سب لوگوں کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔ ایسا
معلوم ہوتا تھا کہ میں اب چڑھ بیٹھے گا۔ مگر وہ وضو خانہ کی طرف
چلا گیا۔

بدعتی معلوم ہوتا ہے۔ ایک تبیینی بولا۔
ارے بڑا پتکا معلوم ہوتا ہے۔ دوسرا بولا۔
ان ظالموں کی عقل ماری گئی ہے۔ جمیل نے کہا۔
دورے سوائے خدا کے اور کسی کو نہیں پکارنا چاہیے۔ یہ
شرک فی الصفات ہے۔ ایک تبیینی بولا۔
یہ شرک فی الصفات کسے کہتے ہیں۔ دوسرا تبیینی بولا۔
یعنی اللہ کی ہی صفت کسی دوسرے میں ماننا۔ مثلاً دورے
سن لینا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے۔ اس طرح دوسرے کو بھی سمجھنا
کہ یہ دورے ہماری بات سن لیں گے۔ یہ شرک ہے
پہلے والا تبیینی بولا۔
اور ہمارے بڑے حضرت نے اپنی کتاب ہشتی زبور کے پہلے

حصہ میں کفر و شرک کی باتوں میں کسے بیان میں یہ لکھا جی ہے کہ کسی فرد سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی۔ جمیل نے کہا۔

یہ جملہ کچھ پورا نہیں ہوا۔ ایک تبلیغی بورڈ -

جیسی جملہ پڑھا ہو گیا۔ آپ سمجھے نہیں۔ انہوں نے سرخیاں پر لگا دی ہے کہ کفر اور شرک کی باتوں کا بیان۔

مطلب یہ ہے کہ اس عنوان کے تحت اب جو مجھے بولے جارہے ہیں یا جن باتوں کو بیان کیا جائے گا۔ وہ سب کفر و شرک کی باتیں ہیں۔ جمیل نے کہا۔

اچھا اچھا اب سمجھ میں آگیا۔ گویا حضرت یہ فرما رہے ہیں کہ کسی کو دور سے پکارنا اور سمجھنا کہ اس کو خبر ہوگئی یہ عقیدہ کفر و شرک ہے۔ پہلے تبلیغی نے الفاظ پر زور دے کر کہا۔
ہاں ہاں اَللّٰہُ بَہاؤ شاہ۔ آپ خوب سمجھے۔

میں اب سمجھا۔ یعنی اس بدعتی نے جو غرہ لگایا ہے وہ ناجائز ہے۔ لکھنے کے کیا۔

ہاں بیشک! اور اگر آپ کو مزید تحقیق کرنا ہو تو باقی تبلیغی جماعت
کے پیرو مرشد کی کتاب فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۶۹ دیکھ لیجئے۔
اس میں صاف صاف لکھا ہے کہ یا رسول اللہ! کہنا تمنا جائز ہے۔
جمیل نے کہا۔

ارے مجھے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت
انے جو کچھ لکھا ہے اسب صحیح ہے۔ لکھوئے کیا۔

جھیل بھائی ایک بات بتا رہے تھے۔ لگو نے پھر سوال کیا۔
وہ کیا۔ جھیل نے پوچھا۔

بعض سنی بریلوی یہ کہتے ہیں کہ حضور اگر چاہیں تو محفل میلاد میں شریف لا سکتے ہیں۔ ان کے لئے کوئی مشکل نہیں ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ نے اس کی طاقت عطا فرمائی ہے۔ اور وہ زندہ ہیں۔ کلمہ پڑھیں۔

ہمارے ایک بڑے پرانے عالم جو دہلی میں رہتے تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں ایک مدنیہ لکھ کر ایچی مرث سے ف بنا کر ایک جملہ حضور علیہ السلام کے لئے خود ہی لکھا ہے۔ کہ میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں۔ اور ان کا دعائے کلام یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے جو کچھ فرمایا ہے اس سے یہ ہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔ یہ سبیل نہ کہا۔

ہاں ! انہوں نے جو کچھ فرمایا ہے تو صحیح ہی فرمایا ہو گا۔

کیا ایک رے ہو تم لوگ۔ ایک کرکٹ بھی آواز آئی۔
تبلیغیوں نے گھبرا کر نظر اٹھائی تو وہی موٹا آدمی دکھائی دیا۔ کچھ
نہیں۔ ہم لوگ آپس میں تباہ و تباہی مارتے رہے ہیں۔

گئے اور فرمایا، کیا بات ہے۔ کیوں مسجد میں زور سے بول رہے ہو۔
امیر نے کہا۔

اچھا۔ مسجد میں زور سے بولنا تو اس قدر جرم ہے اور نبی کی شان
میں بکواس کرنا کوئی جرم نہیں۔ معلوم ہو گیا تمہارا دھرم کیا ہے۔
رسول بخش نے کہا۔

ارے بھائی کس نے نبی کی شان میں بکواس کی ہے۔ مجھ کو
بھی تو بتائیے۔

توبہ توبہ۔ بھلا نبی کی توہین کوئی کر سکتا ہے۔ امیر نے کہا۔
یہ حضرات ہیں۔ ان سے پوچھئے۔ کیا سمجھا رہے تھے۔
رسول بخش نے جمیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

کیا کہا جمیل بھائی آپ نے۔ امیر نے سوال کیا۔
کچھ نہیں۔ علم غیب اور کسی کو دوسرے پکارنے کی بات ہو رہی
تھی تو میں نے حضرات گنگوہی کی کتاب سے یہ ثبات کر دیا کہ
جاسر مسؤل اللہ کہتا جائز نہیں ہے۔ جمیل نے کہا۔

بھئی آپ پوری بات سمجھ نہیں۔ میں ابھی آپ کو سمجھانے دیتا
ہوں۔ ارے لکھو! ذرا میرا ہیضہ بیگ لانا۔ امیر نے کہا۔
لیجئے۔ لکھنے لگا۔

موتی کتاب نکالتے ہوئے، یہ لیجئے فتاویٰ رشیدیہ کا مل
امیر نے پاس اس وقت موجود ہے اس سے سارا مسئلہ حل ہو جائے

جمیل نے گھبرا کر کہا۔

مردود! میں نے سب سن لیا ہے۔ تم کو ثبوت دینا ہو گا کہ
یاد رسول اللہ کہتا کیونکر ناجائز ہے۔ آنے والے نے کہا۔

آپ کا اسم شریف کیا ہے؟
مجھے رسول بخش کہتے ہیں۔ کیوں نام کیوں پوچھ رہے ہو۔
آنے والے نے سوال کیا۔

بس ایسے ہی۔ تشریف رکھیے۔ پھر گفتگو کیجئے گا۔ تبلیغی نے
مسکرا کر کہا۔

بیٹھتے ہوئے۔ لیجئے میں تو آیا ہی اسی لئے ہوں کہ مجھ کو
سمجھایا جائے گا۔ رسول بخش نے تائید سے کہا۔

ہمارے امیر صاحب سے بات کر لیجئے۔ جمیل نے کہا۔

مردود! سمجھا تو۔ اپنے چیلوں کو اور اب بات امیر
سے کر لوں۔ خیر تو بلا ان کو۔ مجھے آم کھانے سے مطلب
ہے۔ پیڑ گٹنے نہیں آیا ہوں۔

رسول بخش نے مونچھوں پر تاد دیتے ہوئے
کہا۔

شور و غوغا کی آواز سن کر امیر صاحب خود ہی اٹھ کر آ

ہاں - سمجھائیے - رسول بخش نے کہا -

وہ بچے مسئلہ پر سوال و جواب دونوں موجود ہیں - امیر نے کہا -
پڑھیے پڑھیے رسول بخش نے کہا -

سوال :- یا رسول اللہ! در سے یا نزدیک قبر شریف
سے پکارنا جائز ہے یا نہیں ؟

جواب :- جب انبیاء علیہم السلام کو علم غیب نہیں تو
یا رسول اللہ! کتنا ہی نا جائز ہوگا - اگر یہ عقیدہ کر کے کہے
کہ وہ در سے سنتے ہیں یہ سبب علم غیب کے تو خود
کفر ہے اور جو یہ عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مگر مشابہ بحفر
ہے - البتہ اگر اس کلام کو درود شریف کے ضمن میں
کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو
آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں تو درست ہے -
کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ ملائکہ درود بندہ مومن
کا آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں - اور ایک
صنف ملائکہ اسی خدمت پر ہیں - فقط

[رشد ہند
۱۳۰۱
احمد]

یہ ہے پوری عبارت جس سے مطلب واضح ہو جاتا ہے

اس سے کیا مطلب نکلا - بتائیے - رسول بخش نے پوچھا -
یہی کہ اگر حضور کو یہ سمجھ کر پکارنا کہ ان کو علم غیب ہے
وہ خود سن لیں گے - تو نا جائز ہے ورنہ نہیں - امیر نے کہا -
ابھی تک تو یا رسول اللہ! کہنے کے جائز نا جائز کا معاملہ تھا
اور آپ نے تو علم غیب کا بھی انکار کر کے اور بات بڑھا دی -
گو یا حضور کو علم غیب بھی نہیں - رسول بخش نے کہا -
علم غیب تو اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ ہے - قرآن عظیم میں

آیا ہے -

وَعَلَّمَ الْغَيْبَ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ -
غیب کی کجیاں اللہ ہی کے پاس ہیں - کوئی غیب نہیں جانتا مگر
اللہ - امیر نے فائدہ انداز سے کہا -

اور قرآن کی جن آیات میں علم غیب عطا کئے جانے کا تذکرہ
ہے ان کو کیوں فراموش کر دیا - عقل کے اندھو! قرآن میں یہ
بھی تو ہے - عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يَخْطِئُ عَمَّا يُخْبِرُ أَحَدًا
الَّذِينَ ارْتَفَعُوا مِنْ سُرِّ مَقْعَدِ -
غیب کا جاننے والا تو اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا
سوائے اپنے پسندیدہ رسولوں کے -

(ترجمہ کنز الایمان)

اور دوسری جگہ فرمایا گیا ہے -

وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّاصِرَةُ لَا تَرْجِعْ إِلَى اللَّهِ حَتَّىٰ تَقُولَ الْكَلِمَةَ ۚ وَاللَّهُ يَكْفِيهِمْ عَذَابَ أَلِيمٍ ۚ
اور تمہیں سزا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے

(کنز الایمان)

سمیری بگد فرمایا گیا ہے۔

(کنز الایمان)

وَمَا هُوَ عَلَىٰ الْغَيْبِ بِخَبِيرٍ
اور یہ نبی غیب بتانے میں بھل نہیں۔
پر بھی بگد آیا ہے۔

هَٰكَذَا اللَّهُ يُطَاعُكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَخْتَصِبُ مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ
(کنز الایمان)

اللہ کی شان یہ نہیں کہ اسے عام لوگو! تمہیں غیب دے۔ ہاں!
اللہ چن لیتا ہے۔ اپنے رسولوں میں سے جسے چاہے۔
یہ آیات آخر تم لوگوں کو نظر کیوں نہیں آتیں۔ رسول بخش نے
ذرا تیز ہو کر کہا۔

خیر میں آپ سے زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتا! امیر نے لڑتے
ہوئے کہا۔

مردود! جب جواب نہیں دے پا رہا ہے تو بحث نہ کرنے
کا بہانہ تلاش کرتا ہے۔ رسول بخش نے دانت پلپتے ہوئے کہا۔
ذرا آپ منانت اور سنجیدگی سے بات کیجئے۔ کلوٹنے کہا۔
تم جیسے بد عقیدہ و باہیوں سے منانت اور سنجیدگی۔ خدا کی

قسم تم مزدوروں کی مزا تو بہت سخت ہے۔ مگر انسوس کہ اسلامی حکومت
لہیں ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

تم لوگ اپنے مولویوں کے لئے علم غیب اور مرنے کے بعد زندہ
رہنے کا عقیدہ کیوں تسلیم کرتے ہو۔ رسول بخش نے کواکب کر کہا۔

یہ غلط ہے۔ ہمارا ایسا عقیدہ نہیں ہے۔ امیر جماعت نے کہا۔
تم جھوٹے ہو۔ یہ دیکھو تمہارے کرکوت جو خود تمہاری جماعت کے
افراد نے ظاہر کیا ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

کیا ہے یہ! امیر نے پوچھا۔

دیکھئے پڑھیے۔ رسول بخش نے کہا۔

پڑھتے ہوئے۔ یہ تو ہام نور کلکتہ کا غور شبید رسالت نمبر ہے
آپ لوگوں کے مسلک کا یہ ترجمان ہے۔ امیر نے کہا۔

بیشک ہماری جماعت کے ممتاز اہل قلم علامہ ارشد القادری اس
کے ایڈیٹر ہیں۔ رسول بخش نے گرجتے ہوئے کہا۔

تو اس میں کیا دیکھوں۔ امیر نے پوچھا۔

صفحہ ۱۹ نکال کر اٹلی رکھتے ہوئے۔ یہ پڑھیے جس میں دیوبند
کے ایک رسالہ کا حوالہ دیتے ہوئے یہ بات ظاہر کی گئی ہے کہ
وہ بالی حضرات اپنے علم کو علم غیب بھی مانتے ہیں اور مرنے کے
بعد زندہ تسلیم کرتے ہیں۔ یہ طاقت بھی مان رہے ہیں کہ وہ
لوگ جہاں چاہیں گھسٹتے چلے جائیں۔

بول بخش نے حیرانوں میں کہا ۔
امیر جہانت نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے رسالے کو پڑھنا شروع کیا ۔

دیوبندی مردوں کیلئے علم غیب کا دعویٰ بد مزاج کے
نامنامہ دارالعلوم دیوبند میں ابراہیم بلیاوی کی موت کے
سلسلہ میں ایک نہایت دلچسپ خبر شائع ہوئی ہے ۔
مرض الموت کے عینی شاہد لکھتے ہیں کہ جب مولوی ابراہیم
بلیاوی کی موت کا وقت ہوا تو انہوں نے اپنے رطلے کو مخالف
کر کے کہا ۔

” حضرت والد صاحب کھڑے ہیں تو ادب نہیں کرتا
حضرت مدنی (مولوی حسین احمد) کھڑے نہیں ہے
ہیں اور بلا رہے ہیں ۔ شاہ و می اللہ صاحب نے
ہیں مجھ کو اٹھاؤ “ (نامنامہ دارالعلوم دیوبند)

اللہ اکبر ! دیکھ رہے ہیں آپ ! دم مرگ عقیدہ
شُرک کا یہ جلوہ آرائی ! مدت موفی کہ مولوی حسین احمد
صاحب دیوبند کے کسی قبرستان میں پیوند خاک ہو گئے اور
شاہ و می اللہ صاحب کا کیسا پوچھنا ؟ انہیں تو مرنے
کے بعد دو گز زمین بھی کہیں نہیں مل سکی ۔ سمندر میں ان کا

لاشہ غرقاب کر دیا گیا ۔
لیکن واقعہ نگار کے عقیدے میں اگر ان حضرات کو
علم غیب نہیں تھا تو بتایا جائے کہ آخر مولوی حسین احمد
کو دیوبند کے گورستان میں اور شاہ و می اللہ کو سمندر
کی تہوں میں کیوں نہ خبر ہو گئی کہ مولوی ابراہیم بلیاوی کا
آخری وقت آگیا ہے ۔ انہیں چل کر ہمراہ لایا جائے ۔
پھر علم غیب کے علاوہ یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ عالم
برزخ سے چل کر مرنے والے کے بستر مرگ تک
پہنچنے کے لئے انہیں قدرت و اختیار بھی حاصل ہے
جب ہی تو وہ دہناتے ہوئے ان کے جھریے میں پہنچ
گئے ۔

منازلہ مذہب عقیدت بھی کیا چیز ہے یہی عقیدہ انبیاء
واولیاء کے حق میں ان حضرات کے تمہیل شرک ہے ۔ لیکن
” اپنے مولانا “ کے لئے ایمان بن گیا ہے ۔

آخری سطریں پڑھتے ہوئے امیر کے ہاتھ سے رسالہ چھوٹ گیا
اور گھبرا کر میں ذرا استنجا باذنہ کلتو ۔ کلتو کی طرف نظر ڈالتے ہوئے
امیر نے گھبرا کر کہا ۔

جلدی سے لوثا بھر کے استنجا خانے میں رکھ کر ۔ تشریف
لے جائیے ۔ کلتو نے امیر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ۔

گشتگو بہت طویل ہو چکی تھی۔ محلہ کے کافی لوگ جمع ہو گئے تھے اور ان تمام جماعت والوں کے گز سے عقیدوں پر ملامت کرتے تھے۔

بعض کو جیت تھی کہ دار بھی اور یہ نیچر مارکہ ہاؤس مارکہ یہ پالسن کیا ہوا سبز یہ چنے، منگو کی پٹلیاں اور یہ مسواک کے چٹھے، مٹھرا تانہ پاک صاف اور عقیدے اس قدر گندے کہ پیچیر کو علم غیب نہیں۔ یا رسول اللہ کہنا ناجائز۔ معاذ اللہ۔ معاذ اللہ۔

ایک طرف سے آواز آئی، نکالو ان مردودوں کو مسجد سے! اور مسجد کو دھلوانا بھی پڑے گا۔ دوسری طرف سے آواز آئی۔ اچھا تم لوگ نکلو مسجد سے۔ مسجد کے منوں نے کڑک کر کہا۔ ایک صاحب۔ ارے میں خیرات کو کافی مقدار میں کچھڑا ان لوگوں کو بھیجا تھا کہ جیسی مہمان ہیں، کلمہ نماز کی تبلیغ کرتے ہیں۔ ان کو کھانا تو اب ہے۔ مگر وہ تو سب بیکار ہو گیا۔ اس سے تو بہتر یہ تھا کہ اندھے، لولے، لنگڑے فقیروں کو کھلا دیا جاتا۔ یہ مردود تو دل کے اندھے ہیں۔

اسنے میں امیر صاحب استنبخا سے فارغ ہو کر باہر نکلے تو دیکھا کہ سارے ساتھی براتی اپنا جھولا جھکڑا لئے ہوئے باہر نکل رہے تھے۔ ایک عجیب عالم ہے۔ رسول بخش اپنا موٹا ڈنڈا لئے فاشخانہ شان سے کمرے ایک ایک کو گھور رہے تھے۔ امیر کو دیکھ کر۔ بس فوراً نکل جائیے۔ خیریت اسی میں ہے۔

رسول بخش نے کڑک کر کہا۔

امیر صاحب بغیر کچھ جواب دیئے باہر نکل گئے اور یہ پورا کارواں

اسٹیشن کی جانب روانہ ہو گیا۔

جماعت کے چلے جانے کے بعد رسول بخش صاحب نے مساری کو

دھکوا دیا اور محلہ والوں کو ہریت کر دی کہ آئندہ ان ظالموں کو ہرگز

نہ آنے دیا جائے۔

ایک صاحب کو استنبخا معلوم ہوا۔ وہ گئے تو فوراً اندر سے

نکل بھاگے۔ لا حول ولا قوۃ۔ منہ بنا کر کہا۔

کیا بات ہے طاہر صاحب۔ رسول بخش نے پوچھا۔

ہے کیا۔ کم سخت استنبخا خانے میں غلامت کر گیا ہے۔

طاہر نے کہا۔

سب لوگ پہننے لگے۔

آپ نے سوالات کی ایسی بوچھاڑ کر دی کہ بیچارے کو اس

خطرناک منزل سے گزرنا پڑا۔ وہ تو کہیے کہ بڑی خیریت ہوئی۔ کہ

مسجد گندی نہیں کی۔ نبی بخش نے کہا۔

خدا ان کے شر سے اُمت کو محفوظ رکھے۔ یہی وہ لوگ ہیں

جن کے کریم علیہ السلام نے خبر دی ہے۔

رسول بخش نے کہا۔

کیا خبر دی ہے۔ ذرا ہم لوگوں کو بھی سنا دیے۔ نبی بخش نے کہا۔

مشکوٰۃ شریف میں ایک حدیث ہے جس میں ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ وہ یہ کہ حضور سرور عالم، عالم مالکون و مالیکون صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس آرہے تھے۔ مدینہ سے کچھ میل دور ایک مقام پر قیام کیا۔

کیا نام ہے اس مقام کا۔ بنی نضش نے بات کاٹتے ہوئے پوچھا اس جگہ کا نام جعترہ ہے۔ سرکار علیہ السلام مال غنیمت تقسیم فرمانے لگے تو ایک شخص نے جس کا نام ذوالنخویرہ تھا وہ آیا اور کہنے لگا۔

یا رسول اللہ! عدل اور انصاف سے کام لیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ افسوس ہے تجھ پر۔ میں انصاف نہ کرؤں گا تو کون کرے گا۔ دینی میں بے انصافی کروں گا۔ تو دوسرا کون انصاف کرے گا؟ بیشک تو ناامید اور ٹوٹے ہیں رہا۔ اگر میں انصاف نہ کروں۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔

آپ نے فرمایا اس کو اس کے حال پر چھوڑ دے۔ اس لئے کہ کچھ لوگ اس شخص کے تابع رہیں گے۔ اور تم ان کی نمازوں سے اپنی نمازوں کو اور ان کے وزوں سے اپنے روزوں کو حقیر سمجھو گے۔ اس لئے کہ وہ لوگ رباکار اور طالب شہرت ہوں گے۔

اور دکھانے کے لئے اچھی طرح نمازیں پڑھیں گے۔ اور رونے رکھیں گے۔ یہ لوگ قرآن پڑھیں گے۔ لیکن قرآن ان کے خلق سے نیچے نہ جائے گا دینی دل پر اثر نہ ہوگا اور یہ لوگ دین سے اس طرح نکل جائیں گے جس طرح تیر شکاری کے ہاتھ سے چوٹ کھینٹا رہیں سے گذر جاتا ہے۔

رسول بخش کی لمبی تقریر سے سب لوگ بہت متاثر ہوئے۔ اور سب نے عہد کر لیا کہ اب ہرگز ان جماعت والوں کے عمل کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔

رسول بخش! بھائی میں نے سنا ہے کہ وہابی دیوبندی حضرات تقیہ کر لیتے ہیں۔ ظاہر نے کہا۔

جی ہاں! یہ بات بالکل صحیح ہے۔ رسول بخش نے کہا۔ تقیہ تو رافضی حضرات کرتے ہیں۔ یہ لوگ کب سے کرنے لگے۔ ظاہر نے پوچھا۔

وہابی حضرات بھی ہمیشہ ہی سے تقیہ کرتے چلے آئے ہیں۔ صرف فرق یہ ہے یہ حضرات تقیہ کو ناجائز کہتے ہیں اور تشبیہ حضرات جائز کہتے ہیں۔ رسول بخش نے جواب دیا۔ یہ تو بڑی مصیبت ہے۔ اس فریب کی راہ سے ان ظالموں نے نہ جانے کتنے افراد کا ایمان لوٹا ہوگا۔

طاہر نے فکر یہ لہجہ میں کہا۔

اس میں کیا شک ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

آج قوم کو کیسے سمجھایا جائے۔ طاہر نے سوال کیا۔

علماء جو بھی طریقہ کار مناسب سمجھتے ہیں اس پر عمل کر رہے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے قوم تو خود ہی گڑھے میں گرفتار جا رہی ہے۔

رسول بخش نے کہا۔

آج ایک مسلمان کو زندگی گزارنا کس قدر دشوار ہے کہیں جان کے دشمن۔ کہیں ایمان کے لیڈر۔ اور کہیں خود ہی دوزخ میں جانے کا سامان فراہم کیا جا رہا ہے۔ نبی بخش نے کہا۔

دوزخ میں جانے کا سامان فراہم کرنا کیا معنی۔ طاہر نے پوچھا یہی جہاں شراب، زنا، چوری، سیلنا بینی، غریبیت۔ بے پردگی، ریڈیو پر گانا سننا، گانے باجے کے ساتھ قوالی وغیرہ وغیرہ۔ نبی بخش بولے۔

ہاں ایسی بات تو سچ ہے۔ طاہر نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

اب اس قوم کا بیڑا عرق ہو کر ہی رہے گا۔ طاہر نے کہا۔

ایسی بات نہ کرو بھائی۔ دعا کرو کہ مسلم قوم اپنے مال پر نظر ثانی کر کے اپنی زندگی کو اسلامی سانچے میں ڈھال لے۔ رسول بخش نے کہا۔

ان قوالی کرنے والوں نے تو اور سنبھالنا س مار دیا ہے۔

طاہر نے کہا۔

اس سے منافقوں کو اچھا خاصا مواد مل جاتا ہے اور ہم تو لوگوں سے بدگمان کرنے میں اس فعل سے بڑی کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ نبی بخش بولے۔

اور قوم کا مزاج بھی گانے بجانے سے رنگین ہوتا جاتا ہے۔ طاہر نے کہا۔

وہ تو ہو گا ہی۔ جب صبح اٹھ کر قوالی کے ریکارڈ بجانا شروع کر دیں گے تو اور کیا ہو گا۔ رسول بخش بولے۔

ان لوگوں کا دل بھی نہیں گھبراتا۔ طاہر نے کہا۔

دل گھبرانے کا سوال ہی کیا ہے۔ انسان جو کام کرتا ہے۔ اس میں اس کا دماغ پس جاتا ہے۔ اور اس کو کچھ احساس ہی نہیں ہوتا۔ رسول بخش نے جواب دیا۔

ان لوگوں کے دل نہیں سیاہ خانے ہیں۔ طاہر نے کہا۔

بانت تو یہی ہے، ورنہ اس قدر بے حیائی کا مظاہرہ نہ کرتے رسول بخش نے کہا۔

رسول بخش بھائی! میں تو دور ہی سے گانے کی آواز سن کر پریشان ہو جاتا ہوں۔ یقیناً مانیئے طبیعت گھبرانے لگتی ہے۔

مگر یہ گانے بھانے والے موقع پر موجود رہتے ہیں۔ اور ان کا دل گھبراتا نہیں۔

وہی دل کی بات ہے۔ رسول بخش نے کہا۔

ہم نے سنا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ نے
قوالی کا بہت شدید رد فرمایا ہے۔ طاہر نے سوال کیا۔
ہاں یا آپ نے بالکل صحیح سنا ہے۔ رسول بخش نے جواب دیا۔
کس کتاب میں یہ مضمون ہے۔ طاہر نے سوال کیا۔
احکام شریعت میں۔ رسول بخش نے جواب دیا۔
اللہ تعالیٰ ان کی قبر شریف کو نور سے بھر دے اور ان پر
ہزار ہزار رحمتیں نازل فرمائے۔ سفدر انصاف سے کام لیا ہے
اعلیٰ حضرت نے۔ طاہر نے عموماً جو کر کہا۔
وہ کچھ نائب رسول تھے۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے مکر

نے فرمایا ہے۔
عَلَمَاءُ أَهْلِ بَيْتِ كَاتِبِيَاءِ بَنِي إِسْرَائِيلَ
یعنی

میری امت کے علمائے بنی اسرائیل کے انبیاء کے منظر ہیں۔
آج اعلیٰ حضرت کے نام کے دیکھے بچ رہے ہیں۔ بچ پوچھو
تو اس دور میں مہیا رہتی ہیں۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ۔ طاہر نے کہا۔
بلاشبہ وہ مہیا رہتی ہیں بھارت ہو یا پاکستان جو شخص نبی
اپنے کو سنی کہتا ہے، وہ بریلوی ہے اور اگر اعلیٰ حضرت سے

بغض و عداوت رکھتا ہے تو وہ منافق و باہمی ہوگا۔ یا بالکل نادان
جو اختلافی مسائل جانتا نہ ہو۔

اچھا آج کل میلاد کی محفلوں سے زیادہ قوالی کی محفلیں منعقد
ہو رہی ہیں۔

جی ہاں! قوم کا مزاج تیزی کے ساتھ بدل رہا ہے۔
دس پانچ برس زمرہ ہے تو دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ رسول بخش نے

جواب دیا۔
اس نئی نسل کا طرز زندگی کیا ہوگا جو بچپن ہی میں فرائض کی
گالیاں میز جہالت کے سائے میں پروان چڑھ رہی ہے۔
طاہر نے سوال کیا۔

اللہ رحم فرمائے۔ رسول بخش نے افسوسناک لہجے میں کہا۔
آج وہ قومیں جو ہزاروں سال سے سو رہی تھیں۔ جاگ اٹھی

ہیں۔
بلکہ یہ کہتے کہ سوچی سمجھی اسکیم کے تحت پوری رفتار سے اپنی
منزل کی طرف بھاگ رہی ہیں۔
اور جو قوم بگاڑنے آئی تھی وہ خود سو رہی ہے۔

سو گئی۔ یوں کہتے کہ زندہ درگور ہو گئی۔
اکثر لوگ کہتے ہیں کہ علماء قوم کی اصلاح نہیں کرتے۔

وہ غلط کہتے ہیں۔ رسول بخش نے جواب دیا۔
 مثال کے طور پر اسی قوالی کو لیجئے۔ کس نذر و صحا چوڑی کا
 منظر ہر ہوتا ہے اور یہ کام روز بروز ترقی پر ہے اکثر لوگوں کو یہ
 فکارت ہے کہ سنی مولوی نظر برہین اسکا رو نہیں کرتے۔
 جو لوگ کہتے ہیں وہ یا تو جھوٹ بولتے ہیں۔ یا ان کو علم نہیں
 ہے۔ رسول بخش نے کہا۔
 وہ کیسے۔ طاہر نے سوال کیا۔

ابھی آپ کو بتا چکا ہوں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کے
 خلاف فتویٰ دیا ہے اور میں نے خود بہت سے سنی علماء کو
 اشیع پر قوالی کے خلاف بولتے دیکھا ہے۔ مزے کی بات تو یہ ہے
 کہ قوالی کرنے والے طبقہ میں کثیر تعداد ایسے لوگوں کی ہوتی ہے
 جو یہ جانتے ہیں کہ یہ سب ناجائز ہے۔ مگر پھر کرتے ہیں۔
 یہ تو بالکل وہی بے فائز والی بات ہوگئی کہ بے نمازی جانتا
 ہے کہ نماز نہ پڑھنا عذاب الہی کو چیلنج دینا ہے مگر پھر بھی نماز
 نہیں پڑھتا۔

جی ہاں۔

ایک بات اور سنئیے۔ رسول بخش نے طاہر کا شانہ طا
 کر کہا۔
 وہ کیا؟ طاہر نے رسول بخش کی طرف غور سے دیکھ کر پوچھا

باقس منڈی کے ایک جلسہ میں ایک سنی مولانا نے اراکین میلاد
 کے ذمہ دار شخص کو بلا کر کہا کہ اگر آئندہ قوالی کرنا ہو تو مجھے نہ بلانا۔

تو مولانا وہاں گئے کیوں؟ طاہر نے سوال کیا۔
 ادھو! تم تو بعض وقت بالکل جھوٹے بن جاتے ہو۔ جس
 دن مولانا گئے تھے۔ اس دن میلاد کی محفل تھی۔ اور دوسرے دن
 قوالی کا پروگرام تھا۔

رسول بخش نے جواب دیا۔

اچھا میں سمجھ گیا۔ یہ تو مولانا نے بڑی گہری بات فرمائی۔
 ڈوب مرنے چاہیے۔ قوالی کرنے والوں کو۔ طاہر نے کہا۔
 مگر پانی بھی تو ہو۔ آج کل تو گنگا میں بھی پانی بہت کم ہو گیا
 ہے۔

تو کسی چوراہے پر جا کر چیر ہی میں ڈوب مریں۔ طاہر
 نے کہا۔
 مگر بیچ گئے تو گر تار کر لے جائیں گے۔ اور جوتے ٹھٹھے
 میں کھانے پڑیں گے اور مقدمہ الگ چلے گا۔

سب لوگ ہنس پڑے۔
 بھئی یہ لطف کی باتیں تو اگ رہیں۔ مگر مولانا کے جملے میں
 کس قدر مٹھاس ہے۔ طاہر نے کہا۔

جھا ہاں - بہترین انداز تبلیغ ہے - اس سے زیادہ سخی مولوی اور
کہا کرے - آپ ہی بتائیے کیا وہ ڈنڈا لے کر قوالی کرنے والوں
پر پل پڑے -

اس سے تو بڑا فتنہ ہو جائے گا -

اجی مولانا کی وارسی تو منج لی جائے گی - نبی بخش - لوے -
ارے جناب یہ کہیے کہ چارپائی پر لاد کر سیٹ میں بھرتی کرنا
پڑے گا - کریم بخش نے مسکرا کر کہا -

کریم بخش کے جملے پر سب لوگوں نے زور دار قہقہہ لگایا -

طاہر بھائی یہ لڑکیاں گنہگار بن کر کیا کریں گی -

نبی بخش نے سوال کیا -

عشق بازی کریں گی - اور ناکامی پر اپنے محبوب کو گولی سے
اڑا دیں گی - جیسے مکھن کے ایک ڈاکٹر کو اپنی جان سے ہاتھ دھونا
پڑے - طاہر نے جواب دیا -

کالچ میں لڑکیوں کو لے جانے والی بسوں کو آپ نے دیکھا ہے -
نبی بخش نے پوچھا -

جی ہاں - طاہر نے جواب دیا -

اس میں خاص بات کیا ہے -؟ نبی بخش نے پوچھا -

خاص بات یہ ہے کہ بس کی باربک باریک لوہے کی جالیوں سے
حسن پھوٹ پھوٹ کر باہر چلنے والے مچھلے نوجوانوں کو بنے تاب کر

رہتا ہے -

طاہر نے جواب دیا -

مگر جس جگہ سے لڑکی سوار ہوتی ہے - اس جگہ تو شکل دیکھنے
کو لوگ ترس جاتے ہیں -
نبی بخش نے کہا -

ہاں ! اس جگہ تو وہ پردہ کی دیوی بن جاتی ہے اور ذرا دور
چل کر برقع اتار کر سیٹ پر اور پھر خوب تعریج ہوتی ہے -

طاہر نے کہا -

ان کے والدین کس قدر بے حیا ہیں - نبی بخش نے کہا -

بات یہ ہے کہ ماڈرن مسلمان ہیں نا - ان کو مغربی فلیشن سے
عشق ہے ذرا کچھ زمانہ گزرنے دیجئے - پھر دیکھئے لگا کہ بے حیائی
کا کیا سنگا ناپاچ ہوگا - طاہر نے جواب دیا -

مگر یہ دنیا چند روزہ ہے یہاں جس قدر چاہیں بے حیائی
کر کے اسلام کو بدنام کر لیں - مگر آخرت میں اس کی سزا بھگتنی پڑے
گی - نبی بخش نے کہا -

غالب کا ایک شعر ہے نا -

یہاں آرام سے گذرتی ہے

عاقبت کی خبر خدا جانے

ظاہر کے اس مختصر سب لوگوں نے فہم نہ کیا۔
نور ان ماورن مسلمانوں کے لاکوں کو فروغ دیکھئے۔
نبی بخش نے کہا۔

جی ہاں! میٹھ ان انجیلینڈ معلوم ہوتے ہیں۔ ظاہر نے جواب دیا۔
بابہ! ڈاکٹر اقبال نے بھی خوب کہا ہے۔ ظاہر نے مت ہو کر کہا۔
کیا کہا ہے! زبان کھولو گے بھی یا اکیلے ہی اکیلے چباتے رہو گے۔
نبی بخش نے پیچھے پر ہاتھ مار کر کہا۔
اقبال کا ایک شعر ہے۔

دفع میں تم ہوں نصاریٰ تو قدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے غمناک ہو

واہ۔ واہ۔ بھی خوب فرمایا ہے۔ جواب نہیں۔ آج کل کے مغرب
پرست مسلمانوں کے منہ پر زور دار تھپڑ ہے۔
نبی بخش نے خوش ہو کر کہا۔

مگر ایک بات ہے۔

وہ کیا۔ نبی بخش نے پوچھا۔

وہ یہ کہ قیامت ہے کہ بے غیرت کو شرم اب بھی نہیں آتی۔

ظاہر نے مسکرا کر کہا۔

فضا میں پھر زور دار تھپے بکھرنے لگے۔

تم لوگوں نے بات کرنے کا ایسا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ کہ ختم

ہی نہیں ہو رہا ہے۔ اپنی ہی کہے جاؤ گے یا کسی دوسرے کی بھی سنو
گے۔ نبی بخش نے چیخ کر کہا۔

منورہ ضرور! سنائیے۔ ظاہر نے ہمہ تن متوجہ ہو کر کہا۔

آپ لوگوں نے اکبر الہ آبادی کا نام تو سنا ہوگا۔

رسول بخش نے پوچھا۔

ہاں ہاں سنائیوں نہیں۔ ہندوستان کے بڑے بڑے

شاعروں میں ان کا نام ہمیشہ زندہ جاوید رہے گا۔ ظاہر نے کہا۔

انہوں نے ماورن مسلمانوں پر خوب چوٹ کی ہے۔

رسول بخش نے کہا۔

ہاں ہاں مجھے یاد آیا۔ بے پردہ عورتوں پر چوٹ کرنے والا ایک

بند مجھے بھی یاد ہے۔ نبی بخش بول پڑے۔

ذرا سنا کیے تو وہی۔

اکبر الہ آبادی کہتے ہیں۔

بے پردہ آہیں مجھ کو نظر حند بیاباں

اکبر نہیں میں غیرت قومی سے ہو گیا

پوچھا جو میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا

کہنے لگیں کہ عقل پر مردوں کی پڑ گیا

واہ واہ۔ بہت خوب فرمایا ہے۔ ظاہر بولے۔

ان حضرت آپ کیا فرما رہے تھے۔ طاہر نے رسول بخش کی طرف
مخاطب ہو کر کہا۔

میں بھی اکبر الہ آبادی کا ایک بندہ بنا چاہتا ہوں۔

ارشاد فرمائیے۔

کہتے ہیں کہ اکبر الہ آبادی کے ایک دوست انگلینڈ پڑھنے
گئے۔ جب تعلیم مکمل کر کے واپس آئے تو اکبر الہ آبادی بھی اس پیش
پہنچے بتا کر اپنے دوست کا استقبال کریں۔

بڑی گہری دوستی بنی گیا۔ نبی بخش نے بات کاٹ کر کہا۔

جی ہاں! بہت گہری۔ طاہر بولے

سنو تو بھائی۔ رسول بخش نے کہا۔

ہاں فرمائیے۔

جب گاڑی آئی اور صاحب بہادر ٹرین سے اترے لوگوں
نے ٹپک ٹپک کر مصافحہ کرنا شروع کیا۔

کیا نام تھا صاحب بہادر کا۔ نبی بخش نے پھر بات کاٹی۔

عبد الغفور خاں۔ رسول بخش نے بلدی سے جواب دیا۔

ہاں! پھر کیا ہوا۔ طاہر نے سوال کیا۔

ہوا یہ کہ اکبر الہ آبادی جیہت سے اپنے دوست کا منہ

دیکھ رہے تھے۔

کیوں؟ کیا تھا ان کے منہ میں۔ طاہر نے پوچھا۔
واڑھی مونچھے تو صاف تھی ہی۔ اچی بھوئیں بھی صفا چٹ نظر
آ رہی تھیں۔ رسول بخش نے ہنس کر کہا۔

لاحول ولا قوۃ۔ اس قدر مغربیت کہ انگریزوں سے بھی دو
قدم آگے۔

تو قی اسی کا نام ہے بالو۔ نبی بخش نے طاہر کا بازو ہلا کر کہا۔
ہاں صاحب! پھر کیا ہوا؟ طاہر نے رسول بخش کی طرف

دیکھ کر پوچھا۔
اکبر الہ آبادی کی رگ نطرافت پھڑکی اور برحسبہ ایک بندہ کہا۔

آنا ۱۱۱۔ بڑا مزے دار بند ہوگا۔ طاہر نے قہقہہ لگا کر کہا۔

تم نے ایڈوائس قہقہہ لگا دیا۔ نبی بخش بولے۔

آج کل تو ایڈوائس کا زمانہ ہے۔ طاہر نے ہنس کر جواب دیا۔

ہاں کیا فرمایا انہوں نے۔

اکبر الہ آبادی نے اپنے دوست کی طرف اشارہ کر کے لوگوں

سے مخاطب ہو کر کہا۔

دیکھو! عبد الغفور خاں کی طرف

مرد و محوش حال اس کو کہتے ہیں

چاروں ابروؤں کا صفایا ہے

فارغ ابال اس کو کہتے ہیں

ساری محفل کچھ دیر کے لئے قہقہوں کی دنیا میں گھوم گئی۔ بعض لوگ تو پیٹ پچوڑ کر بھاگے۔

بھائی واڑھی منڈانے پر ایک شعر حاجی حق حق کا سب سے نبی بخش بولے۔

ضرور سنا لیے۔ آج تو شعر و شاعری ہی کا موڈ چل رہا ہے
ظاہر نے جواب دیا۔

حاجی حق حق کہتے ہیں۔

میاں بیوی کے چہرے ہیں صفائی

سے بیوی کون سی اس میں بتانا

واہ واہ۔ کیا طنز ہے۔ جواب نہیں ہے حاجی صاحب

کا بھی۔

بھئی یہ حاجی حق حق بڑے پائے کے آدمی معلوم ہوتے

ہیں۔

جی ہاں! نبی بخش نے ہنس کر جواب دیا

اگر آپ لوگ اجازت دیں تو ایک پوری نظم سناؤں۔

نبی بخش نے کہا۔

ارے ضرور ضرور۔ سب لوگ بولے۔

نبی بخش نے نظم پڑھنا شروع کی۔

نغمہ قرآن کا سننا اور سننا چھوڑ کر

علمی سخمانے لگنا آج کل فیشن میں ہے

ٹھیکروں کے واسطے پیسے چرنے میں ہیں طاق

مہمدوں سے جی چرانا آج کل فیشن میں ہے

سیکھتی ریزرنے رخ پر پیار سے پھر کر کہا

مرد سے عورت بنانا آج کل فیشن میں ہے

اپنی وائف سے توڑنا اور دینا رات دن

اور غریبوں کو دانا آج کل فیشن میں ہے

اہل یورپ کے اشاروں پر خوشی سے تاجنا

باپ بندہ کو بنانا آج کل فیشن میں ہے

سیر کی خاطر نکلتا بیٹھ کر موٹر میں اور

ساتھ کہتے کو بیٹھانا آج کل فیشن میں ہے

حاجی حق حق رو رہا ہے اور سے روتے کا مقام

کہ فلسفی ذہن کی اڑانا آج کل فیشن میں ہے

جب تک نظم چلتی رہی۔ سب لوگ ہنسنے مسمرانے لگے۔

شعر و شاعری کا موڈ آج کہاں سے پیدا ہو گیا۔

رسول بخش نے کہا۔

یہ سب میاں طاہر کی برکت ہے۔ سب سے پہلے غالب کا
شعر انہوں نے ہی پڑھا تھا۔ بنی بخش بولے
اگر اجازت ہو تو میں بھی حاجی حق حق کی ایک گرم گرم نظم پیش
کروں۔ رسول بخش بولے
واہ! کیا کہنا۔ ضرور ضرور۔ ارشاد فرمائیے۔ سب لوگوں نے
ایک زبان ہو کر کہا۔
نظم کا عنوان ہے۔

آج کل

یہ ارشاد۔ طاہر نے مسکرا کر کہا۔
رسول بخش صاحب نے نظم پڑھنا شروع کی۔

کچھ ایسی تنگ تپلون اپنی ٹیڈی نے سلائی ہے
یہ پہنی کب ہے اس نے بلکہ ٹانگوں پر چڑھائی ہے
واہ! کیا چوٹ کی ہے۔ طاہر بولے۔
جی حاجی جی کا بھی اس زمانے میں جواب نہیں بنی بخش بولے
ان کو اکبر بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہونا چاہیے تھا۔
کریم بخش نے کہا۔

ہاں آگے ارشاد فرمائیے۔ طاہر نے رسول بخش کی طرف اشارہ
کیا۔ رسول بخش نے پھر زبان کھولی۔
ادھر انگریز کے دشمن ادھر لقال بھی اس کے
عجب قصہ ہے بھائی ننگل دشمن ہی کی بھائی ہے
پھر واہ واہ کے نعرے بلند ہوئے۔
نظر آتی ہے بڑھیا بھی جواں میک ایک صد ہیں
یہ پوڈر کا کرشمہ ہے کہ کھر جی بھی ملائی ہے
شعر ملاحظہ فرمائیے۔ رسول بخش نے طاہر کی طرف آنکھ مار
کر کہا۔

ارشاد۔ طاہر نے مسکرا کر جواب دیا۔
ہے عورت ایک بلکین اُس نے شوہر چار پائے ہیں
نئی تہذیب کی عورت بھی گویا چار پائی ہے
اس شعر پر تو ننگل، واہ واہ کے نعروں سے گونج اٹھی۔
ہر طرف سے مکرر ارشاد کے نعرے بلند ہونے لگے۔ بعض لوگ
پیسٹ پکڑ کر سنس رہے ہیں۔
یہ شعر لندن کی عورتوں پر خوب فٹ بیٹھتا ہے۔
طاہر نے کہا۔

ادرا میر کی بھی بنی بخش بولے۔
اجی برطانیہ میں اس وقت ہر سال پچاس ہزار عوامی بچے پیدا ہو

رہے ہیں۔ علامہ نے کہا۔

یہ کمان کی کوڑی لائے۔ کریم بخش نے پوچھا۔

اجی کوڑی نہیں۔ روزنامہ ملاپ شدہ ایڈیشن ۲۵ اگست ۱۹۶۷ء
میں یہ خبر چھپ چکی ہے۔

اجی شعر سنائیے۔ رسول بخش نے علامہ کا شانہ چھبھڑا کر کہا۔
جی! ارشاد۔

رسول بخش — نظر آئی جبرئیلی گرل نو عاشق کا دل بولا۔
مجھے آنکھوں نے بوتل کو کا کولا کی پلائی ہے
پھر محفل میں زوردار قبضے گونجے۔

کبھی جس ہاتھ میں تلوار تھی اب اس میں بزرے
نظر آتا تھا جو غازی وہ اب دیکھو تو ماتی ہے

ہمیں انساں بنادینے کا مہم عزم رکھتا ہے
جانب ڈارون تیری دہائی ہے دہائی ہے

واہ واہ۔ بہت خوب فرمایا ہے۔

آخری شعر ملاحظہ فرمائیے۔

ارشاد۔ ارشاد! مختلف آوازیں

ہمارے عیش و عشرت کو فنا کر ڈالنا
شریعت ہی شریعت کی اب اس شرٹ نکالی

بہت خوب۔ نبی بخش لولے۔

منقطع ملاحظہ فرمائیے۔

ارشاد۔ علامہ لولے۔

نئی تہذیب کا علیہ بکرا کر رہ گیا حق حق!
وہ اس کجنت کے رخ پر چپٹ ٹوٹنے لگا ہے
واہ! منقطع تو خوب رہا۔ علامہ نے مسکرا کر کہا۔

آج کی محفل بڑی رنگین رہی۔

ہاتھیں ہودہ ہی تھیں گو ایک صاحب بیچہ ہیں کہ محفل میں گھس رہے
یہ لیجئے! انگریز کی اولاد آگئے۔ نبی بخش نے طنز کرتے ہوئے کہا
انگریز کی اولاد کیوں؟ یہ تو مسلمان ہیں۔ کریم بخش نے کہا۔
مسلمان ہیں مگر ماڈرن مسلمان۔

آخر کیوں آپ لوگ مذاق اڑا رہے ہیں۔ آنے والے نے تقصیر
کر کہا۔

کیوں آپ نے انگریزوں کی سنت پر عمل کیا ہے۔ نبی بخش
نے ٹھکا چھٹا کر کہا۔

انگریزوں کی سنت لاحول و لا قوت۔ بات صاف صاف کہیے۔
آنے والے نے تیز ہو کر کہا۔

علامہ نے اٹھ کر بیچہ کو جھٹکا دیج کر کہا۔ یہ کس کی سنت ہے۔
یہ تو عام مسلمان پہنتے ہیں۔ آنے والے نے شرانے ہوئے
کہا۔

عام مسلمانوں کو چھوڑیے۔ آپ تو اکثر علماء کی صحبت میں
بیٹھتے ہیں۔ آپ تو جان بوجھ کر کبھی نہ کھا جیے۔ طاہر نے کہا۔

کس قدر بے حیائی کا لباس ہے نیچر
اچھا بھائی! آج تو بگڑتا ہوں۔ آئندہ کبھی نیچر نہ پہنوں گا۔
آنے والے نے کہا۔

سبحان اللہ! ایک مسلمان کا یہی کردار ہونا چاہئے کہ اسلامی
حکم پر سر جھکانے میں شرم نہ کرے۔ نبی جنتی نے محبت آمیز لہجے
میں کہا۔
محفل برقامت



تمنا ہے کہ اس دیباچہ کوئی کام کرے اور اگر کچھ ہو سکے تو خدمت اسلام کو بھیجی

سیدنا محمد
یا رسول اللہ

زیور سونہری سستی

یا اللہ جل جلالہ

سربراہ اہلسنت حضرت مولانا ابوداؤد محمد صادق صاحب
امیر جماعت مسند ضلوعیہ کو بھجوا دیا

جناح کالونی جی ٹی روڈ گوجرانوالہ

مدارِ مہ ضیاء القرآن

جسمیں حفظ و قرات کا باقاعدہ اجراء ہو چکا ہے۔

بسم اللہ تعالیٰ۔ ڈیرہ موسیٰ قریب علیا زیر تعلیم ہیں۔ بیرونی طلبہ کی ضروریات کا جو سرکھیل ہے۔ احباب اہلسنت سے تعاون کی اپیل ہے۔

مستقل	بابو محمد امین صاحب مہر
معاونین	احمد علی صاحب جہاں
فلام مصطفیٰ صاحب	حاجی محمد امجد علی
بابو محمد منیر مسلم	ڈو۔ حاجی محمد عطاء شاہ
مہر محمد ارشد	

تھاہم { مصطفیٰ جلد ۱ } محمد شریف قادری
اہلسنت { مستقیم مدرسہ }
طلبہ القرآن جامعہ مسجد ضلوعیہ
مصطفیٰ جلد ۱ کالونی گوجرانوالہ